خلافت راشدہ	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	حق چار یار
شمارہ نمبر ۳۳	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	فروری ۲۰۲۵ء

مجلہ پشاور

راہ ھدایت

- عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی شمع فروزاں اور مولانا اللہ وسایا صاحب کا تاریخی کارنامہ
- مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث
- مقدمہ کتاب مناظرہ حیات النبی ﷺ
- اکٹھی تین طلاق تین ہی شمار کی جاتی ہیں
- بولتے حقائق
- عالم اسلام کی عہد ساز شخصیت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہ ھدایت پشاور

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا حافظ عبد الجبار سلفی صاحب حفظہ اللہ

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی شمع فروزاں اور مولانا اللہ وسایا صاحب کا ایک اور تاریخی کارنامہ

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور وہ علمی و تاریخی شاہکار منظر عام پر آگیا ہے جس کی ایک مدت سے تمنا دل میں موجزن تھی۔ کل شام 17 مجلدات پہ مشتمل مجموعہ کتب نصیب میں آیا جسے دیکھتے ہی آنکھوں میں گویا سرمہِ نور پھیل گیا۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب کا یہ کارنامہ مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام علم و تحقیق کے افق پر ایک ایسا چراغ ہے جس کی روشنی نہ صرف زمانے کی تاریکیوں کو چیرتی ہے بلکہ امت مسلمہ کے دل و دماغ کو عقیدے کی روشنی سے منور کرتی ہے۔ یہ شاہکار نہ صرف ایک کتابی مجموعہ ہے بلکہ امت کے اجماعی عقیدے کی محافظ دیوار ہے، جو فتنہ انکارِ حیات الانبیاء علیہم السلام کی یلغار کے سامنے سینہ سپر ہے۔

یہ 1957ء کا زمانہ تھا جب فتنہ ممات نے عقیدے کے باغ میں اپنے کانٹے بکھیرنے شروع کیے۔ یہ فتنے کی وہ گھناؤنی فصل تھی جس کے بیج گمراہی کے خفیہ خزانوں میں برسوں پلتے رہے۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری اس فتنے کے سردار بن کر سامنے آئے اور اس شر نے اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ عقیدۂ حیات الانبیاء علیہم السلام پر وار کرنا چاہا۔ یہ وہ وقت تھا جب امتِ مسلمہ کی بنیادیں لرزنے لگیں اور ایمان کے قلعے پر شب خون مارنے کی تیاری ہونے لگی۔ مگر بقول کسے

"شر کے سینے سے خیر کا دھارا نکلتا ہے"

یہ وہی لمحہ تھا جب علماء دیوبند نے علم و بصیرت کی شمشیریں نیام سے نکالیں۔ ان کے قلم، تلواروں کی مانند چلنے لگے اور ہر ہر حرف میں ایسا علمی جادو بھر دیا جو فتنے کی جڑیں کاٹ کر رکھ دے۔ ان بزرگوں نے حضور ﷺ کی شان اقدس کے برزخی پہلو پر ایسی ایسی علمی کاوشیں پیش کیں کہ نہ صرف باطل نظریات کی بنیادیں ہل گئیں بلکہ امت کے دل و دماغ میں محبتِ رسول ﷺ کے انوارات کا نور بھی جاگزیں ہوا۔

مولانا اللہ وسایا صاحب کی قیادت میں مجموعہ کتب **حیات الانبیاء علیہم السلام** کا یہ ذخیرہ ایسا ہے جیسے علم کا سمندر، جس میں ہر کتاب موتیوں کی لڑی ہے اور ہر جلد گوہرِ نایاب کی صورت جگمگاتی ہے۔ 17 جلدوں پر مشتمل

یہ مجموعہ 10 ہزار صفحات کی وسعتوں میں پھیلا ہوا ہے، جس میں 122 کتب ورسائل کو یکجا کیا گیا ہے۔ یہ کتب اس موضوع پر لکھی گئیں کہ عقیدۂ حیات الانبیاء علیہم السلام کیا ہے؟ اس کی نقلی و عقلی بنیادیں کیا ہیں؟ اور کس طرح یہ عقیدہ امت کے ایمان کی جڑوں کو مضبوط کرتا ہے؟ ان کتابوں کی جلد بندی، خوبصورت ٹائٹل، اور اعلیٰ معیارِ طباعت خود ایک دعوتِ مطالعہ ہے۔

فتنہ ممات کو یوں سمجھئے کہ جیسے ایک زہریلا ناگ اپنے بل سے باہر نکلا ہو، مگر علمائے حق کے قلم کے وار ایسے تھے کہ یہ سانپ پھنکار بھی نہ سکا اور سرنگوں ہو گیا۔ ان کتابوں نے نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس کے وہ گوشے نمایاں کیے جنہیں دیکھ کر دل جھک جاتے ہیں اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

یہ عقیدہ کہ انبیاء علیہم السلام برزخی زندگی میں حیات ہیں، امت کا اجماعی اور ناقابلِ انکار نظریہ ہے، اور یہی وہ حقیقت ہے جو ان کتب میں پوری قوت سے بیان کی گئی ہے۔ ایسا خزانہ جس کا ہدیہ محض 7500 روپے رکھا گیا ہو، وہ صرف علم کی ترویج کا جذبہ ہی ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب ہر لائبریری کی زینت ہونی چاہیے، ہر عالم کی درسگاہ کا حصہ، اور ہر مسلمان کے دل کی تسکین کا سامان۔ اس کتاب کو حاصل کریں اور اپنے ارد گرد کے علم دوست احباب کو بھی اس کی اہمیت سے آگاہ کریں۔

مولانا اللہ وسایا صاحب کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا، اور یہ کتب امت مسلمہ کے لیے علم و تحقیق کا ایک مینارِ نور ہیں۔ فتنے کی تاریکیوں میں یہ چراغ ہمیشہ روشن رہے گا، اور ہر آنے والی نسل کو بتائے گا کہ جب باطل نے عقیدے پر وار کیا تو علماء حق نے علم و عمل کے ہتھیاروں سے اس کا کس طرح قلع قمع کیا۔

آج سے 67 سال پہلے مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی جانب سے جامعہ خیر المدارس ملتان میں مجاہد ختم نبوت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کی جو بے توقیری کی گئی تھی، وہ تاریخ کا ایک ایسا زخم ہے جو مکتبِ دیوبند کے دلوں پر نقش ہو چکا تھا۔ یہ صرف ایک فرد کی نہیں، بلکہ ختم نبوت کے محافظین کی عظمت و حرمت پر حملہ تھا۔ اسی پسِ منظر میں مولانا اللہ وسایا صاحب کا یہ عظیم کارنامہ مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام نہ صرف علمی دنیا کے لیے ایک نایاب تحفہ ہے بلکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پر واجب الادا قرض کی ادائیگی بھی ہے (اس سانحہ کی مکمل کارگزاری کاتب السطور کی کتاب مظہرِ کرم، سوانح حیات قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ ؒ میں موجود ہے) کاتب السطور دل کی گہرائیوں سے مولانا اللہ وسایا صاحب کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے

امت کے علمی ذخیرے کو یکجا کرتے ہوئے میری ان عاجزانہ کاوشوں کو بھی فراموش نہیں کیا جو آج سے پندرہ بیس برس قبل اسی موضوع پر تحریر کی گئی تھیں۔ ان کتابوں کو اس مجموعے کی چودھویں جلد میں شامل کر کے انہوں نے میرے لیے اعزاز کا سامان مہیا کیا ہے۔ یہ صرف ایک شخص کی تحریروں کو محفوظ کرنے کا عمل نہیں، بلکہ ختم نبوت کے مقدس عقیدے کی ترویج اور تسلسل کی خدمت ہے۔ مولانا اللہ وسایا صاحب کی یہ کاوش درحقیقت ان لوگوں کے لیے بھی ایک خاموش جواب ہے جو حق کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ مجموعہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق ہمیشہ سربلند رہتا ہے، اور باطل کی سازشیں کبھی علمائے حق کے عزم وہمت کے سامنے ٹک نہیں سکتیں۔

اس علمی خزانے کو حاصل کرنے کے لئے 03004981840 پر رابطہ کریں اور اپنے دل و دماغ کو اس نورانی روشنی سے منور کریں۔ والسلام

مجموعہ کی تصویر
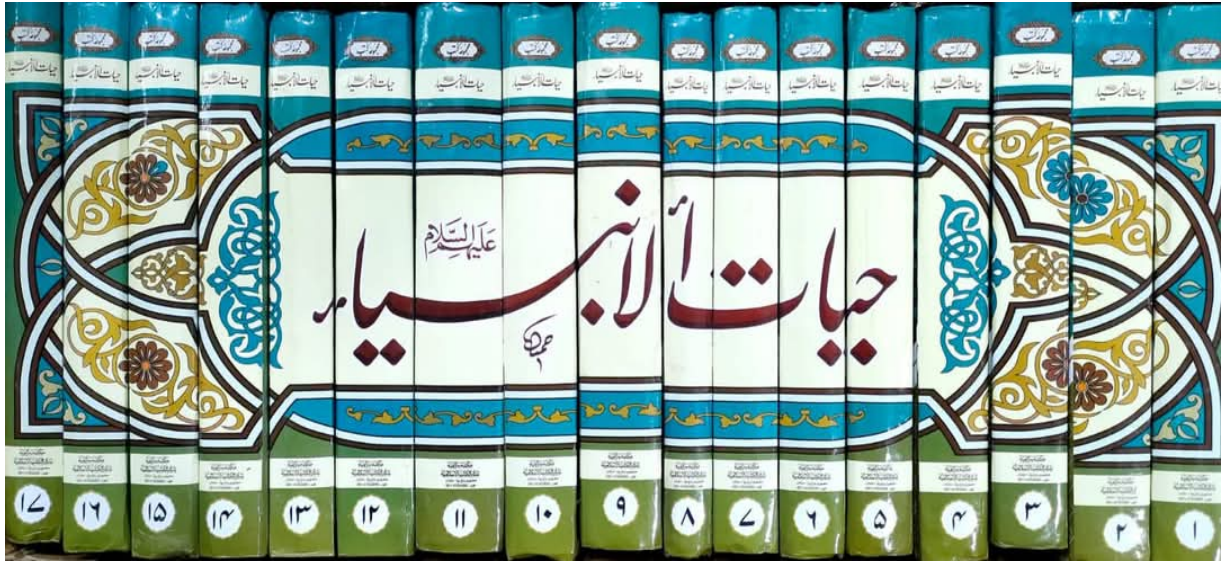
متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم العالیہ

عالمِ اسلام کی عہد ساز شخصیت

امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

کوفہ جس کے دروازوں سے صدیاں گزر چکی ہیں۔ ایسا سنگم ہے جہاں عرب و عجم کی سرحدیں گلے مل رہی ہیں، یا یوں کہیے کہ عربی و عجمی کی باہم برتری و کمتری کی تقسیم و تفریق دم توڑ رہی ہیں اس کے چپے چپے پر سینکڑوں جلیل القدر اصحاب پیغمبر کے حسن خرام کے پھول کھلے ہیں اس کی ہواؤں میں انفاسِ صحابیت کی خوشبوئیں بسی ہوئی ہیں۔ اس کے انگ انگ سے فراست و بصیرت انگڑائیاں لے رہی ہیں۔ خلافتِ فاروقی کے مبارک عہد میں اس کی علمی و سیاسی اساس رکھی گئی۔ ایک ہزار پچاس جلیل القدر صحابہ جن میں چوبیس ایسے شیر دل مجاہد بھی تھے جو غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے، کوفہ آئے اور اسے علم و تقویٰ، عمل واخلاص، آداب واخلاق، فضل و کمال اور تدبر وسیاست کے موتیوں سے سجادیا۔

جائے ولادت:

ہجرت رسول کو 80 برس بیت چکے تھے، عبد الملک بن مروان کی حکومت تھی اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ اس کے دار الخلافہ کوفہ میں مشیت ایزدی نے یاوری کی اور بشارت نبوی کی پیشن گوئی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ثابت بن زوطی کے گھرانے میں ایک بچے نے آنکھ کھولی جسے دنیا سر تاج الفقہاء سید المحدثین امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے نام سے یاد کرتی ہے۔ یہ وہ عہد تھا کہ حالت ایمان میں وجود پیغمبر کی صحبتیں اٹھانے والے (یعنی صحابہ کرام) میں سے چند بزرگ بھی موجود تھے جن میں سے بعض امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے آغازِ شباب تک اپنے وجود کی برکتیں زمانے کو بانٹتے رہے۔

نام و نسب:

نعمان بن ثابت۔ نُعمان اصل میں اُس خون کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے بدن کا قِوام ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ رحمہ اللہ کے ذریعے ملت اسلامیہ کا قوام ہے۔ یا نعمان بمعنی گل لالہ۔ آپ کے فضائل ایسے خوشبودار ہیں جیسے گل لالہ (پاک وصاف کردار کے مالک ہیں، فضائل اس طرح مہکتے ہیں جیسے گل لالہ کی خوشبو مہکتی ہے)

کنیت:

آپ کی کنیت ابو حنیفہ ہے یہ کنیت نسبی نہیں بلکہ وصفی ہے جیسے ابو ہریرہ اور ابو تراب وغیرہ چونکہ دین اسلام کا نام قرآن نے ملت حنیف بتلایا ہے اسی طرح امام اعظم نے سب سے پہلے اس دین حنیف کی تدوین فرمائی ہے اور عربی محاورہ میں "اب" کے معنی ہوتے ہیں "والا" چونکہ آپ نے دین حنیف کی تدوین فرمائی اس لیے آپ کی کنیت ابو حنیفہ قرار پائی۔

بشارت نبوی:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر علم / دین / ایمان ثریا ستارے تک بھی پہنچ جائے تو فارس کے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی حاصل کرلیں گے۔ امام جلال الدین سیوطی الشافعی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت دی ہے اس کا مصداق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے۔

حلیہ مبارک:

خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، خوشبودار اور بھلی مجلس والے رعب دار آدمی تھے۔ آپ کی گفتگو نہایت شیریں، آواز بلند اور صاف ہوا کرتی تھی۔ کیسا ہی پیچیدہ مضمون ہو نہایت صفائی اور فصاحت سے ادا کرتے تھے۔ خوش لباس رہتے تھے۔

بچپن کا زمانہ:

تاریخ نویسوں نے اس وقت کا یوں نقشہ کھینچا ہے: حجاج بن یوسف، خلیفہ عبد الملک کی طرف سے عراق کا گورنر مقرر تھا۔ ہر طرف ظلم وجور کی سنسناہٹ تھی۔ ایک قیامت برپا تھی۔ حجاج کی سفاکیاں تاریخ سے وابستہ ہر شخص کو معلوم ہیں۔ خلیفہ عبد الملک 86ھ میں فوت ہوا تو اس کا بیٹا ولید تخت نشین آراء ہوا۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ "ولید شام میں، حجاج عراق میں، عثمان حجاز میں، قرہ مصر میں، واللہ تمام دنیا ظلم سے بھری تھی۔" حجاج 95ھ میں چل بسا۔

96ھ میں ولید نے بھی یہاں سے کوچ کیا۔ اس کے بعد سلیمان بن عبد الملک مسندِ خلافت پر جلوہ آرا ہوا

مورخین کہتے ہیں کہ بنو امیہ کے حکمرانوں میں سب سے اچھا انسان اور صاحب فضل و کمال تھا۔ سلیمان رحمہ اللہ نے مرتے وقت یہ وصیت لکھی کہ کہ میرے بعد عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو تخت نشین بنایا جائے۔ 99ھ میں سلیمان بھی اپنا وقت پورا کر کے راہی ملک بقا ہوا۔ وصیت کے مطابق عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ مسندِ خلافت پر آئے جن کا عدل و انصاف اور علم و عمل اور اہل علم کی قدر دانی تاریخ میں روشن آفتاب کی طرح چمک رہی ہے۔ حجاج اور ولید کے دور اقتدار میں آپ رحمہ اللہ نے خز (ایک خاص قسم کے کپڑے) کا کارخانہ قائم کر کے منافع بخش تجارت کی۔

عہد صحابہ میں:

اہل علم نے لکھا ہے کہ 70 صحابہ کرام کا امام صاحب رحمہ اللہ نے زمانہ پایا ہے۔ ان میں سے بعض سے حدیث نقل بھی کی ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ان کے نام بھی درج کیے ہیں۔ حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن جزء الزبیدی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم۔

تحصیل علم:

سلیمان کے دور اقتدار میں ایک دن امام صاحب بازار جارہے تھے۔ کوفہ کے مشہور عالم دین امام شعبیؒ نے آپ کو دیکھ لیا اور پوچھا: بیٹا تم کس سے پڑھتے ہو؟" آپ نے نفی میں جواب دیا اس پر امام شعبیؒ نے کہا" مجھے تیرے اندر قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں، تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔" اس نصیحت کے بعد تحصیلِ علم کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔ اس وقت علم کلام کو حاصل کرنے لیے صرف قدرتی ذہانت اور مذہبی معلومات درکار تھیں قدرت نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ میں یہ تمام باتیں جمع کر دی تھیں۔ اس وقت کے تمام گمراہ فرقوں کے سامنے آپ نے منطقی، استدلالی اور علمی انداز میں مذہب اسلام کی حقانیت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا اور دین اسلام پر ہونے والے عقلی اعتراضات کو احسن انداز سے دور کیا۔

علم فقہ کا حصول:

اس وقت کوفہ میں امام حماد رحمہ اللہ کا مدرسہ طلباء دین کا مرجع سمجھا جاتا تھا اس کی ابتداء خلیفہ راشد حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد شریح، علقمہ اور مسروق رحمہم

اللہ۔ پھر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ان کے بعد امام حماد رحمہ اللہ تک اس کی امامت پہنچی۔ حضرت علی و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے فقہ کا جو سلسلہ چلا آتا تھا اس کا مدار انہی پر رہ گیا تھا۔ ان وجوہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے علمِ فقہ پڑھنا چاہا تو انہی کو منتخب کیا۔

کمالِ ذہانت:

شروع شروع میں ایک نئے طالب علم ہونے کی وجہ سے درس میں پیچھے بیٹھتے۔ لیکن چند روز کے بعد جب امام حماد کو تجربہ ہو گیا کہ تمام حلقہ میں ایک شخص بھی حافظہ اور ذہانت میں اس کا ہمسر نہیں ہے تو حکم دے دیا کہ ابو حنیفہ سب سے آگے بیٹھا کریں۔

امام حماد کی جانشینی:

خود آپ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں دس برس تک حماد رحمہ اللہ کے حلقہ میں ہمیشہ حاضر ہوتا رہا اور جب تک وہ زندہ رہے ان کی شاگردی کا تعلق کبھی نہیں چھوڑا۔ انہی دنوں میرے استاد امام حماد رحمہ اللہ کے ایک رشتہ دار کا انتقال ہو گیا تو وہ مجھے اپنا جانشین بنا کر تعزیت کے لیے سفر پر روانہ ہو گئے۔ چونکہ مجھ کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے، تلامذہ اور اربابِ حاجت نے میری طرف رجوع کیا۔ بہت سے ایسے مسئلے پیش آئے جن میں استاد سے میں نے کوئی روایت نہیں سنی تھی اس لئے اپنے اجتہاد سے جواب دیے اور احتیاط کیلئے ایک یادداشت لکھتا گیا۔ دو مہینہ کے بعد حماد بصرہ سے واپس آئے تو میں نے وہ یادداشت پیش کی۔ اس سے میرے استاد بہت زیادہ خوش ہوئے اور بعض معمولی اصلاح بھی فرمائی۔ میں نے عہد کیا کہ حماد رحمہ اللہ جب تک زندہ ہیں ان کی شاگردی کا تعلق کبھی نہ چھوڑوں گا۔

علم قراءت کا حصول:

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے قرآت امام عاصم رحمہ اللہ سے سیکھی جن کا شمار معروف قراءِ سبعہ میں ہوتا ہے اور انہیں کی قرآت کے مطابق قرآن حفظ کیا۔

حدیث کی تحصیل:

امام حماد رحمہ اللہ کے زمانہ میں ہی امام صاحب رحمہ اللہ نے حدیث کی طرف توجہ کی کیونکہ مسائلِ فقہ کی مجتہدانہ تحقیق جو امام صاحب رحمہ اللہ کو مطلوب تھی حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن نہ تھی۔ لہذا کوفہ میں کوئی ایسا

محدث باقی نہ بچا جس کے سامنے امام صاحب رحمہ اللہ نے زانوئے تلمذتہ نہ کیا ہو اور حدیثیں نہ سیکھیں ہوں۔ اس سلسلے میں آپ نے مکہ مکرمہ کا سفر بھی کیا فن حدیث کے اساتذہ میں سے صحابہ کرام کے خاص معتمد اور فیض یافتہ حضرت عطاء سے استفادہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ کی قوت حافظہ اور قوت استدلال کو دیکھ کر حضرت عطاء آپ کو خصوصی توجہ سے نوازتے۔ 115ھ کو یہ آفتاب علم بھی غروب ہو گیا۔ حضرت عطاء کے بعد مکہ مکرمہ میں جن کے علم کا سکہ چلتا تھا ان کا نام عکرمہ ہے یہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے۔ آپ نے ان سے بھی علم حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ مدینہ پہنچے تو بطور خاص سلیمان رحمہ اللہ اور سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔ سلیمان ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ اور سالم رحمہ اللہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے اور اپنے والد بزرگوار سے تعلیم پائی تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیثیں روایت کیں۔ الغرض امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق بقول امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ چار ہزار تک پہنچتی ہے۔ آپ کے اساتذہ آپ سے انتہائی شفقت والا معاملہ فرماتے تھے۔

مسند حماد پر جلوہ آرائی:

امام حماد رحمہ اللہ نے 120ھ میں فوت ہوئے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بعد فقہ کا دارومدار چونکہ امام حماد پر ہی موقوف تھا اس لیے ان کی وفات سے چراغ علم ٹمٹما اٹھا۔ اس صورت حال کے پیش نظر تمام بزرگوں نے متفقاًامام ابو حنیفہ سے درخواست کی کہ مسندِ درس کو زینت بخشیں۔ آپ کی عمر چالیس سال تھی۔

مبارک خواب:

تاریخ بغداد اور دیگر کتب میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں آپ نے یہ خواب دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھود رہے ہیں اور وہاں ہڈیاں جمع کر کے انہیں ترتیب سے رکھ رہے ہیں، یہ خواب دیکھ کر سخت پریشانی ہوئی جب اس کی تعبیر امام ابن سیرین سے پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ خواب دیکھنے والے شخص کو احادیث سے مسائل کے استنباط کی توفیق خاص نصیب ہو گی۔

آپ کے معمولات:

آپ نہایت عبادت گزار تھے کثرت سے نوافل پڑھتے۔ اکثر روزہ سے ہوتے قرآن کریم سے بے حد لگاؤ

تھا۔ خوب تلاوت فرماتے آپ کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں 60 مرتبہ قرآن کریم ختم فرماتے جبکہ عام مہینوں میں ایک رات میں مکمل قرآن کریم کا ختم فرماتے، تہجد گزار تھے، رات کو اللہ کے حضور اتنا روتے اتنا روتے کہ اس آواز سے پڑوسیوں کو بھی آپ پر ترس آتا۔

آپ کے اوقات کار:

صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے، دور دور سے استفتا آئے ہوتے۔ ان کے جواب لکھتے۔ پھر تدوینِ فقہ کی مجلس منعقد ہوتی، بڑے بڑے نامور شاگردوں کا مجمع ہوتا۔ پھر ظہر کی نماز پڑھ کر گھر آتے۔ نمازِ عصر کے بعد کچھ دیر تک درس و تعلیم کا مشغلہ رہتا۔ باقی دوستوں سے ملنے ملانے، بیماروں کی عیادت، تعزیت اور غریبوں کی خبر گیری میں صرف ہوتا۔ مغرب کے بعد پھر درس کا سلسلہ شروع ہوتا اور عشاء تک رہتا۔ نمازِ عشاء پڑھ کر عبادت میں مشغول ہوتے اور اکثر رات رات بھر نہ سوتے۔

جذبہ خیر خواہی:

علم کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کے جذبے نے آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیوست کر دی۔ آپ لوگوں کی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹاتے، لوگوں کا بوجھ اٹھانے لگے اور ایسے ایسے کام کرنے لگے جن کو کرنے سے دوسرے لوگ عاجز تھے۔ مفلس اور نادار لوگوں کی کفالت بھی آپ نے خوب کی۔ آپ کی علمی شہرت اور خدمت خلق کے چرچے دنیا بھر میں عام ہونے لگے یہاں تک کہ مکہ، مدینہ، دمشق، بصرہ، مصر، یمن، یمامہ، بغداد، اصفہان، استر آباد، ہمدان، طبرستان، مرجان، نیشاپور، سرخس، بخارا، سمرقند، کس، صعانیاں، ترمذ، ہرات، خوازم، سبدسیان، مدائن، حمص وغیرہ۔ تک آپ کے علم و فضل اور خدمت خلق کا طوطی بولتا تھا۔

تقویٰ، عقلمندی اور قدر دانی:

آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ آپ نے اپنے شریک حفص بن عبد الرحمان سے کہا کہ فلاں کپڑے میں کچھ عیب ہے لہذا جب تم اسے بیچو تو خریدار کو واضح طور پر اس عیب کا بتلا دینا۔ لیکن جب حفص نے وہ کپڑا بیچا تو خریدار کو عیب کا بتلانے بھول گئے۔ اس واقعے کی جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے وہ ساری کمائی صدقہ کر دی۔ آپ کے عقلمندی کے بارے میں ائمہ حدیث و فقہ کے بہت سارے اقوال اور واقعات کتب میں ملتے ہیں۔ اہل علم کی قدر دانی کے بارے میں حجر بن عبد الجبار کہتے ہیں کہ دوستوں اور اہل مجلس کا سب سے زیادہ

اکرام واعزاز کرنے والا شخص میں ابو حنیفہ کے علاوہ نہیں دیکھا۔

افراد سازی:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے تلامذہ کو جمع فرمایا اور کہا کہ میں نے تم کو تیار کر دیا ہے اب تم میں سے 40 تو ایسے ہیں جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور 10 ایسے ہیں جو قاضی بنانے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اب تم اٹھو اور سارے عالم میں انصاف وعدل کی بہاریں چلا دو۔ چونکہ قانون سازی اور افراد سازی کے لیے محکمہ قضا سے دور رہنا حکمت ودانش کا تقاضا بھی تھا اور مجبوری بھی تھی اس لیے خود علمی کام میں مصروف رہے اور امام ابویوسف کو چونکہ تیار کر لیا تھا اس لیے وہ چیف جسٹس بن گئے۔

قانون سازی:

امام ابو حنیفہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کا اڑھائی سالہ دور حکومت دیکھا اس کے بعد جب یزید بن عبد الملک تخت نشین آراہوا تو اس نے کہا عمر بن عبد العزیز فریب خوردہ شخص تھا اپنے عمال کو حکم جاری کیا کہ آج سے جیسے تین سالہ پہلے کی حالت تھی دوبارہ وہی حالات پیدا کیے جائیں چنانچہ ایسا ہوا بھی لوگ دوبارہ اسی ابتری کا شکار ہوگئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو دو بنیادی کاموں کی طرف متوجہ ہوگئے جس سے اسلامی ریاست قائم کی جاسکتی تھی وہ دو بنیادی کام قانون سازی اور افراد سازی کے تھے شریعت کو قانون کی شکل دینے کے لیے پرائیویٹ سطح پر ایک ادارہ قائم کیا جس میں مختلف الانواع علوم وفنون کے ماہرین بٹھائے اور باہمی مباحثہ کرائے محتاط اندازے کے مطابق تقریبا 83 ہزار دفعات پر مشتمل عملی قوانین مرتب فرمائے، اسی طرح قانون سازی بھی کی گویا فقہ اسلامی کے پہلے مدون امام اعظم ابو حنیفہ ہیں۔

فقہ حنفی چند جزوی مسائل کا نام نہیں بلکہ ایک مضبوط اور مربوط نظام کا نام ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اقول و آثار اور اجتہاد کی بنیاد پر ہے۔ اسلامی عقائد کی تعبیر وتشریح میں آپ کا بہت بڑا کردار ہے امام صاحب کے نزدیک فقہ صرف احکام کا نام نہیں بلکہ فقہ النفس جس کو اخلاقیات یا تصوف کہتے ہیں فقہ الاحکام اور فقہ العقائد بھی فقہ کے وسیع مفہوم میں شامل ہیں۔

عہدہ قضا سے انکار:

خطیب بغدادی نے روایت کی ہے کہ یزید بن عمر بن ہبیرہ، والی عراق نے امام ابو حنیفہؒ کو حکم دیا کہ کوفہ کے

قاضی بن جائیں لیکن امام صاحب نے قبول نہیں کیا تو اس نے ایک سو دس کوڑے لگوائے۔ روزانہ دس کوڑے لگواتا جب بہت کوڑے لگ چکے امام صاحب قاضی نہ بننے پر ڈٹے رہے تو اس نے مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔

ائمہ کرام کا خراج تحسین:

1: امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہو اگر وہ اس لکڑی کے ستون کو سونا کا ثابت کرنا چاہے تو دلائل کی قوت سے اسے ثابت کر سکتا ہے اور وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے۔

2: امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان موجود ہے کہ اگر کوئی شخص دین کی تفقہ حاصل کرنا چاہے وہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب سے حاصل کرے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عیال ہیں۔

3: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم و روع اور تقوی کے جس مقام پر ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے وہاں دنیا کا کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔

قید و بند اور وفات:

146ھ میں منصور نے قاضی القضاۃ کے عہدہ قبول نہ کرنے کی وجہ سے امام صاحب کو قید کر ڈالا۔ قید خانہ میں ان کا سلسلہ تعلیم بھی برابر قائم رہا۔ امام محمد نے جو فقہ کے دستِ بازو ہیں انہوں نے یہاں قید خانہ میں بھی آپ سے تعلیم حاصل کی۔ بالآخر رجب 150ھ میں بادشاہ نے آخری تدبیر یہ اختیار کی کہ ان کو زہر دلوا دیا۔

جب ان کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں جاں؛ جانِ آفریں کے سپرد کر دی انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی کل عمر 70 سال بنتی ہے۔

جنازہ:

آپ کی وفات کی خبر جنگل میں آگ کی طرح ہر سو پھیل گئی سارا شہر آپ کے جنازے کے لیے امڈ آیا۔ قاضی شہر حسن بن عمارہ آپ کو غسل دے رہا تھا اور اس کی زبان پر برابر یہ جاری تھا:

”اے ابو حنیفہ! واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ تھے، سب سے بڑے عبادت گزار تھے، سب سے بڑے زہد و تقویٰ کے مالک تھے، تم میں تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔“

وصیت:

امام صاحب رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی کہ خیزران میں دفن کئے جائیں۔ وصیت کے موافق خیزران کے

مشرقی جانب آپ کی قبر تیار کی گئی۔

مقام تدفین:

459ھ میں سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے آپ کی قبر کے قریب ایک مدرسہ تیار کرایا جو ''مشہدِ ابی حنیفہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

ملفوظات امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آجائے تو سر آنکھوں پر، اور اگر کسی (مسئلہ میں) صحابہ سے اقوال ہوں تو ہم انہیں میں سے کسی کا قول لیں گے اور ان سے خروج نہیں کریں گے البتہ اگر تابعین (یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے عمل عصر علماء) کے اقوال ہوں تو ان کے مقابلے میں ہم اپنی رائے پیش کر سکتے ہیں۔

فرمایا: کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کتاب اللہ، یا سنت رسول اللہؐ یا اجماع صحابہؓ کے خلاف اپنی رائے پیش کرے۔ ہاں جن مسائل میں صحابہؓ کا اختلاف ہو تو ہم صحابہؓ کے اقوال میں سے وہ قول اختیار کرتے ہیں جو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہؐ کے قریب ترین ہو اور یہی اجتہاد کا محل ہے۔

فرمایا: اگر دین میں تنگی کا ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی فتویٰ نہ دیتا۔ جن چیزوں کے بدولت جہنم میں جانے کا خوف ہو سکتا ہے ان میں سب سے خوفناک چیز فتویٰ ہے۔

فرمایا: جو وقت سے پہلے بڑا بننے کا خواہشمند ہوتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

فرمایا: مجھے ان لوگوں پر بہت حیرانی ہوتی ہے جو دین کے بارے میں محض اندازہ سے بات کرتے ہیں۔

فرمایا: اپنے لئے گناہوں کا انبار اور اپنے وارثوں کے لئے مال و دولت جمع مت کرو۔

فرمایا: تمام طاعات میں سب سے عظیم طاعت ایمان ہے اور تمام گناہوں میں بدترین گناہ کفر ہے جو ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا رہا اور بدترین گناہ سے بچتا رہا تو باقی گناہوں کی مغفرت کی امید ہے۔

(یہ ملفوظات مولانا مفتی محمود اشرف عثمانیؒ کی کتاب ''ملفوظات امام ابو حنیفہ'' سے نقل کیے گئے ہیں)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، مدیر اعلی مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ (قسط:۱۳)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

باب نمبر:۱۸ ...... غیر مقلدین کی تضاد بیانیاں

مولانا محمد یحی گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"تین کو تین قرار دینے والے اس مسئلہ میں مضطرب ہیں، بعض تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خلافت عمر کا مسئلہ ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور کا ہی مسئلہ ہے اور اس میں کئی قسم کے تضادات ہیں۔ آپ اس مسئلہ میں مجوزین ثلاثہ کی تین چار کتابیں پڑھ کر دیکھ لیں آپ کو تضادات کا ایک تلاطم خیز سمندر نظر آئے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس اس مسئلہ میں کتاب اللہ اور سنت مرفوعہ صحیحہ سے کوئی دلیل موجود نہیں جس کی وجہ ان کو اضطرابی کیفیت سے گزرنا پڑتا ہے۔"

(ابتدائیہ احسن الابحاث صفحہ ۶)

عرض ہے کہ تین طلاق کو تین کہنے والوں میں سے ایک گروہ اس مسئلہ کو صرف دَور نبوی کا مسئلہ کہتا ہو اور دوسرا صرف خلافتِ عمر کا، ایسا ہر گز نہیں۔ بلکہ سب کا یہی نظریہ ہے کہ تین کو تین قرار دینا قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے۔ البتہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن وحدیث سے ماخوذ اس فیصلہ کو سرکاری سطح پہ نافذ فرمایا تھا۔ دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ لہذا مذکورہ بالا تضاد بیانی کا الزام غلط ہے۔

گوندلوی صاحب کی اس عبارت میں "مجوزین ثلاثہ" الفاظ قابل غور ہیں۔ احناف اکٹھی تین طلاقیں دینا جائز نہیں سمجھتے۔ ہاں امام شافعی، امام بخاری اور علامہ ابن حزم ظاہری اکٹھی تین طلاقیں دینا جائز مانتے ہیں۔ لہذا "مجوزین ثلاثہ" کا مصداق یہ مذکورہ حضرات ہیں، نہ کہ علمائے احناف۔ تو کیا ان مذکورہ مجوزین کی تحریروں میں تضادات کا تلاطم خیز سمندر موجود ہے؟ یاد رہے کہ غیر مقلدین کے ہاں مذکورہ تینوں شخصیات (امام شافعی، امام بخاری اور علامہ ابن حزم) "اہلِ حدیث و غیر مقلد" ہیں۔

گوندلوی صاحب اہلِ سنت پر تضاد بیانی کا الزام لگارہے ہیں جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ ان کی یہ عبارت حرف بہ حرف غیر مقلدین پر سچی آتی ہے۔ وہ دلائل سے خالی ہیں اس کے لیے ہماری اس کتاب کا باب ’’غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل کا تحقیقی جائزہ‘‘ دیکھ لیا جائے۔

غیر مقلدین کی تضاد بیانیوں کو پڑھنے سے پہلے یہ بھی جان لیں کہ اُن کی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ اختلاف کی صورت میں حق صرف ایک جانب ہوتا ہے۔ دونوں یا متعدد فریق حق پر نہیں ہوسکتے۔ اور انہوں نے یہ دعوی بھی کرر کھا ہے کہ حق کے مقابل پہلو گمراہی ہے۔

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’بہتیرے مسائل ہیں جن میں اختلاف ہے مگر حق ایک ہی ہے اور حق ایک ہی کے ساتھ رہتا ہے اور یہی اہلِ سنت کا عقیدہ ہے۔‘‘

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۱۰۲)

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’اصول ہو یا فروع اختلاف کے وقت حق ایک طرف ہوتا ہے، سب کی طرف نہیں فماذا بعد الحق الا الضلال۔‘‘

(فتاویٰ حصاریہ: ۶/ ۳۴۸)

مولانا مختار احمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’یہ تقلیدی اور شخصی مذاہب کیا ہیں؟ حق یا ضلال؟ جواب ایک ہے فماذا بعد الحق الا الضلال یعنی حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔‘‘

(مذہبی فرقہ پرستی اور اسلام صفحہ ۷۸، ادارہ تبلیغ جمعیت اہلِ حدیث جام پور ضلع راجن پور)

اتنی تمہیدی باتیں جان لینے کے بعد اَب غیر مقلدین کی متضادات تحریریں ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم شرعی بدلا بھی ہے اور نہیں بھی

غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے شرعاً ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ اور یہ بھی تسلیم ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا۔ اَب رہا یہ مسئلہ اُن کی طرف سے تین طلاقوں کا نفاذ

شرعی حکم کو تبدیل کرنا ہے یا نہیں ؟ ایک فریق کی تحقیق ہے کہ انہوں نے شرعی حکم تبدیل نہیں کیا، جب کی دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ انہوں نے شرعی حکم بدل دیا تھا۔

پہلی رائے:

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد بحوالہ حافظ ابنِ قیم لکھتے ہیں:

”یہ فتوی ایک درۂ فاروقی تھا جو اُن کے لیے سزا کے لیے تھا، نہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم شرعی بدل دیا۔“

(ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۴۸)

شیخ یحی عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت نہیں بدلی۔“

(تحفۂ احناف صفحہ ۱۸۴)

شیخ ابو الاقبال سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ ایک درہ فاروقی تھا جو اُن کی سزا کے لیے تھا، نہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے حکم شرعی بدل دیا۔نعوذ باللہ من ذلک ۔“

(مذہب حنفی کا دینِ اسلام سے اختلاف صفحہ ۸۷)

دوسری رائے:

اس کے برعکس رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا:

”اس قرآنی حکم میں موصوف نے یہ ترمیم کی تین [طلاقیں (ناقل)] قرار پانے لگیں۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۴۸۷)

صحابہ کرام نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر سکوت ہی کیا اور مخالفت بھی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری سطح پر تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا، یہ بات غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے۔ رہی یہ بات کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختلاف کیا یا نہیں؟ اس میں ان کی آراء مختلف ہیں ایک فریق کی تحقیق ہے کہ دیگر صحابہ کرام نے اختلاف نہیں کیا، بلکہ خاموشی اختیار

کر کے اس کی تائید فرمائی۔ جب کہ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ صحابہ کرام نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے سے اختلاف کیا تھا۔

پہلی رائے:

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِقدام کا پس منظر چوں کہ صحابہؓ کرام کے علم میں تھا، اس لیے اس وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سکوت اختیار فرمایا۔''

(ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۴۶)

دوسری رائے:

اب دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔

مولانا عبد الصمد غیر مقلد (مدرس مدرسہ سبل السلام دہلی) فیصلہ عمری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بہت سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے رحمہم اللہ نے نہیں مانا۔''

(شرح بخاری داود راز: ۷/ ۳۷)

ایک غیر مقلد لکھاری لکھتے ہیں:

''حضرت عمر فاروق کے اس طریق کار کو اس وقت کے عام مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا تھا، صرف تیرہ افراد نے اس کو تسلیم کیا تھا، اور وہ سبھی خلیفہ وقت کے گورنر تھے۔''

(روزنامہ ''اخبار مشرق'' کلکتہ، ۱۶/ ستمبر ۱۹۹۳ء بحوالہ طلاق ثلاث صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۲۷، تصنیف حضرت مولانا حبیب الرحمن قاسمی)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے ہی تھی اور دیگر صحابہ کرام کی تائید بھی

سیدنا عمر رضی اللہ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع کو نافذ فرمایا۔ اُن کا یہ فیصلہ ذاتی تھا یا دیگر صحابہ کرام کی ہم نوائی بھی انہیں حاصل تھی۔ غیر مقلدین کی اس بارے میں دو رائے ہیں۔

پہلی رائے:

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تنہاء رائے تھی۔''

(اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام اردو: ۲/ ۶۹۹، مترجم مولانا عبد الوکیل علوی، دار السلام لاہور)

دوسری رائے:

اس کے برعکس بعض غیر مقلدین نے کہاکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کا نفاذ صحابہ کرام کے مشورہ سے کیا۔

بعض غیر مقلدین کی رائے کے مطابق اُن کے تیرہ گورنروں نے اُن سے اتفاق کیا۔

بعض نے حقیقت کا اعتراف کیاکہ دیگر صحابہ کرام نے بھی اس پر سکوت اختیار فرمایا۔ جیساکہ ہم نے باب دوم: صحابہ کرام کا مسلک''میں حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد کی کتاب ''ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۴۶'' اور حافظ محمد اسحاق زاہد غیر مقلد کی کتاب ''اہلِ حدیث اور علمائے حرمین کا اتفاق رائے صفحہ ۶۶'' سے نقل کر دیا ہے۔

صحیح مسلم کی سب حدیثیں صحیح ہی ہیں اور نہیں بھی

صحیح مسلم حدیث کی ایک کتاب ہے۔ اس میں موجود حدیثوں کی صحت وضعف کی بابت غیر مقلدین کی آراء مختلف ہیں۔ ایک فریق کی رائے ہے کہ اس کی سب حدیثیں صحیح ہیں جب کہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں۔

پہلی رائے:

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے صحیح مسلم کی ایک حدیث کی بابت لکھا:

''صحیح مسلم میں اس حدیث کا مروی ہونا اس کی صحت کے لیے کافی ہے۔''

(شرعی طلاق صفحہ ۱۲)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے صحیح مسلم کی ایک حدیث کے متعلق لکھا:

''امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں وہی احادیث درج کی ہیں، جن کی صحت پر ان کے دَور میں محدثین کا اجماع تھا، جیساکہ خود امام مسلم رحمہ اللہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا:''

لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ھا ھنا، انما وضعت ھا ھنا ما

اجمعوا علیہ۔[صحیح مسلم (۲/ ۳۰۴، تحت رقم: ۴۰۴)] میں نے اس کتاب میں ہر صحیح حدیث درج نہیں کی ہے، بلکہ صرف ان صحیح احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے۔"لہٰذا امام مسلم رحمہ اللہ کے بعد اختلاف کرنے والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۰۸، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

دوسری رائے:

اب دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۴ پر حدیث ہے: "اِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوا. جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے صحیح مسلم کی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(خطبات راشدیہ: ۱/ ۳۳)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے کفایت اللہ سنابلی کی بابت لکھا:

"سنابلی صاحب ایسے منہج پر گامزن ہیں، جس سے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے اور ہم ایسے منہج طرز عمل سے بری ہیں جس سے صحیحین پر حملہ ہوتا ہو"

(علمی مقالات: ۶/ ۳۹۲، ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت: ۲۰۱۳ء)

صحیح مسلم کی حدیثوں پر غیر مقلدین کی مزید جرح دیکھنے کے لئے ہماری اسی کتاب کا باب: ۱۹ دیکھئے۔

صحابہ کرام نے ذرا بھی حدیث کی مخالفت نہیں کی اور مخالفت کی بھی ہے

پہلی رائے:

ابو الاقبال سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"صحابہ کی جرآت نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات کہیں۔ نہ انہوں نے کوئی بات کہی، نہ کوئی فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ جملہ صحابہ کرام نے اپنے ہر عمل میں اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا اور اسی کے مطابق فیصلہ اور فتویٰ صادر کیا۔"

(مذہب حنفی کا دین اسلام سے اختلاف صفحہ ۲۰)

دوسری رائے:

لیکن اس کے بر عکس ابو الاقبال صاحب نے دَور صحابہ کی بات کرتے ہوئے لکھا:

"ایسا عام طور پر ہوتا تھا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیتے تھے۔"

(مذہب حنفی کا دینِ اسلام سے اختلاف صفحہ ۷۹)

جب کہ غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا از روئے حدیث ممنوع ہے۔

ہم نے اپنی اسی کتاب میں غیر مقلدین کی گستاخیوں والے باب میں کئی حوالے نقل کر دیئے جن میں غیر مقلدین کی طرف سے دعوی کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام نے کا فتوی و عمل حدیثوں کے خلاف ہے۔

"طلاق حسن" طلاق سنت و جائز ہے اور طلاق کی بدترین قسم بھی

مسائل کی کتابوں میں طلاق کی ایک قسم مذکور ہے جسے "طلاقِ حسن" نام دیا گیا ہے۔ اس کی بابت غیر مقلدین کی آرا مختلف ہیں کہ اسے طلاقِ سنت و جائز کہیں یا اس کے بر عکس اسے طلاق کی بدترین قسم قرار دیں۔

پہلی رائے:

مولانا محمد اسرائیل ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اگر کسی شخص نے تین طلاقیں ہی دینا ہیں تو وہ تین طہروں یعنی تین مہینوں میں (علیحدہ علیحدہ) تین طلاقیں دے سکتا ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ "باب طلاق السنة" کے تحت حدیث بیان فرماتے ہیں کہ: "سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مسنون طلاق یہ ہے کہ طہر (پاکی) کی حالت میں بغیر ہم بستری کئے ایک طلاق دے، پھر ماہواری کے بعد پاکی میں دوسری طلاق دے اور پھر اسی طرح تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ (نسائی ج ۲ ص ۸۰) اس طرح تین طلاقیں دینے سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے۔ اور عورت مرد پر قطعی طور پر حرام ہو جاتی ہے۔"

(طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں صفحہ ۱۰، طبع سوم جون ۲۰۱۱ء، ناشر: ادارہ تبلیغ اسلام جام پور)

شیخ محمد انور غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’پہلی طلاق کے بعد ایک ماہ تک بھی اصلاح کی کوئی اُمید نظر نہیں آتی تو پھر شوہر دوسرے طہر (حیض سے پاکی کے بعد) میں دوسری طلاق دے گا، پھر ایک ماہ تک بھی طرفین کی جانب سے اصلاح کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور دونوں میاں بیوی ناراضگی ختم کر کے پھر سے زندگی کی دوراہے پر محبت سے گامزن ہونا چاہیں تو شریعت نے شوہر کے لئے اَب بھی دروازے کھلے رکھے ہیں تاکہ طلاقوں کے بعد اگر وہ چاہے تو رجعت کے ذریعے بیوی کو نکاح میں باقی رکھے۔ یاد رہے کہ اس تمام مدت میں عورت شوہر کے گھر میں ہی مقیم رہے گی، میکے نہیں جائے گی کیوں کہ اس سے میاں بیوی کے درمیان تناؤ ختم کرنے کے مواقع موجود ہوتے ہیں اور بیوی شوہر کے ایک ہلکے سے اشارے یا عمل (جماع) پر اس کی زوجیت پلٹ سکتی ہے۔ لیکن اگر اَب بھی دونوں نے تناؤ اور سخت رویہ اپنایا تو شوہر بیوی کو تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کر دے، اس کے بعد عورت اپنے سابق شوہر کے گھر میں ایک دن کے لئے بھی رہ نہیں سکتی اس لئے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان﴾ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر یا تو اچھائی کے ساتھ روکنا (لوٹا لینا) یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔‘‘

(اولاد کی اسلامی تربیت صفحہ ۲۷۲، ۲۷۳...... اشاعت: ۲۰۱۱ء، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

آگے لکھتے ہیں:

’’شریعت کے بتلائے ہوئے اصولوں سے ہٹ کر جو طلاق دی جائے یہی بدعی طلاق ہے مثلاً تین مہینوں میں تین مرتبہ طلاق دینے کی بجائے ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے دی جائیں، یا طہر کی بجائے حالتِ حیض یا نفاس یا اس طہر میں طلاق دی جائے جس میں مرد نے عورت کے ساتھ صحبت کی ہو تو ایسی طلاق حرام اور دینے والا سخت گناہ گار ہے۔

(اولاد کی اسلامی تربیت صفحہ ۲۷۴، اشاعت: ۲۰۱۱ء، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

اس عبارت میں کہا گیا ہے کہ تین ماہ میں تین طلاقیں دینا شریعت کے بتلائے طریقہ کے مطابق ہے۔

دوسری رائے:

اس کے بالمقابل کچھ غیر مقلدین ایسی طلاق کو بدترین طلاق کہتے ہیں چنانچہ حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے "طلاقِ حسن، طلاق کی بدترین قسم" عنوان قائم کر کے لکھا:

"طلاق حسن جو بہت مشہور ہے۔ یہ طریقہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔ اس لئے اسے مسنون سمجھ لیا گیا ہے اور اسے طلاق سنت کا نام دیا گیا، حالاں کہ اسے طلاق سنت قرار دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۴۹)

صلاح الدین صاحب نے اگلے صفحہ پہ مزید لکھا:

"طلاق کی دوسری قسم، طلاق حسن جسے طلاقِ سنت مشہور کر دیا گیا ہے، طلاق کی بدترین قسم ہے، اس لئے کہ اس طرح طلاق کا عمل (پروسس) تین حیضوں (یا تین مہینوں) میں مکمل ہوتا ہے اور اس طرح یہ طلاق مغلظہ یا طلاق بتہ بن جاتی ہے۔ اس کے بعد میاں بیوی میں دوبارہ تعلق کی بحالی کا راستہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا ہے... یہ طریقہ حسن یا سنت کس طرح ہو سکتا ہے۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۵۰)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے مستقل مضمون لکھا کہ ایسی طلاق کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ اُن کا یہ مضمون اُن کی کتاب "احکامِ طلاق" صفحہ ۶۱۵ تا ۶۳۲ میں شامل ہے۔ ایک اقتباس یہاں بھی ملاحظہ ہو۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"احناف کے یہاں "طلاقِ حسن" کے نام سے طلاق کا ایک طریقہ ہے جس میں بغیر رجوع کے یکے بعد دیگرے ہر طہر میں طلاق دی جاتی ہے اور تین طلاقیں مکمل ہونے پر عورت ہمیشہ کے لئے شوہر سے جدا کر دی جاتی ہے۔ احناف اسے جائز طلاق شمار کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ ناجائز اور حرام طلاق ہے، کیوں کہ اس میں کتاب وسنت کی تعلیمات کے خلاف بغیر رجوع کے اگلی طلاقیں دی جاتی ہیں، احناف کی اس مصطلحہ "طلاق حسن" پر آگے (ص: ۶۱۵ تا ۶۳۲) تفصیلی بحث آرہی ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۸۴، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

طلاق حسن کی بابت ابن مسعود کی حدیث قابل استدلال ہے بھی اور نہیں بھی

پہلی رائے:

طلاق کی قسموں سے ایک قسم طلاقِ حسن ہے۔ غیر مقلدین کا ایک گروہ اسے مانتا ہے اور بطور دلیل کے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نسائی اس کا ثبوت دیتا ہے۔ حکیم محمد اسرائیل نے بھی یہی حدیث پیش کی ہے۔ (طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں صفحہ ۱۰، طبع سوم جون ۲۰۱۱/ء، ناشر: ادارہ تبلیغ اسلام جام پور) اُن کی عبارت اوپر "طلاق حسن" طلاق سنت وجائز ہے اور طلاق کی بد ترین قسم بھی" کے تحت منقول ہے۔

دوسری رائے:

لیکن اس کے بر عکس غیر مقلدین کے دوسرے گروہ کی رائے میں یہ حدیث ناقابلِ استدلال ہے۔ اس گروہ کے ایک فرد شیخ کفایت اللہ سنابلی بھی ہیں۔ سنابلی صاحب اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ روایت ضعیف ہے، اس میں کی علتیں ہیں۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۶۱۸، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

تقلید چوتھی صدی کے بعد پیدا ہوئی مگر مقلد پہلے سے تھے

پہلی رائے:

غیر مقلدین دعوی کیا کرتے ہیں کہ تقلید چوتھی صدی کے بعد شروع ہوئی۔

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"تقلید پرستی اگرچہ چوتھی صدی ہجری کے بعد رائج ہوئی لیکن..."

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۰۳)

دوسری رائے:

اس کے بر عکس چوتھی صدی سے پہلے کے لوگوں کو "حنفی" بھی باور کراتے ہیں۔

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

"تابعینؒ و ائمہ کرام ... امام وکیع حنفی، امام اسحاق، قاضی ابو یوسف رحہم اللہ علیہم اجمعین۔"

(البیان المحکم صفحہ ۶۰)

خطیب صاحب نے امام وکیع رحمہ اللہ کو "حنفی" لکھا ہے جب کہ وہ دوسری صدی کے بزرگ ہیں۔

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

"اس گروہ میں ... بعض احناف شامل ہیں۔ حجاج بن ارطاۃ اور محمد بن مقابل حنفی"

(البیان المحکم صفحہ ۶۶)

محمد بن مقاتل بھی چوتھی صدی سے پہلے کے ہیں۔ رئیس محمد ندوی غیر مقلد کے بقول ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔ (تنویر الآفاق صفحہ ۲۱۸)

دلیل میں دعوے کا صریح ہونا ضروری بھی ہے اور نہیں بھی

پہلی رائے:

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

"دعویٰ ہے کہ ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاق دی جائیں تو تینوں واقع ہوں گی اس حدیث میں نہ ایک مجلس کا ذکر ہے اور نہ اکٹھی تین طلاق کا۔ یہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں، اس لیے مسئلہ مختلف فیہ میں حجت نہیں۔"

(البیان المحکم صفحہ ۷۳)

دوسری رائے:

اس کے برعکس خود ہی صفحہ ۲۸ پر مسلم کے حوالہ سے حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ بزعمِ خود اپنے دعویٰ کے اثبات میں نقل کر چکے ہیں حالاں کہ اس میں بھی "نہ ایک مجلس کا ذکر ہے اور نہ اکٹھی تین طلاق کا" ہمیں حق ہے کہ ہم اُن کے الفاظ "اس لیے مسئلہ مختلف فیہ میں حجت نہیں۔" واپس لوٹا دیں۔

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

"دعویٰ ہے کہ مجلسِ واحد میں اکٹھی تین طلاق دی جائیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ اس میں دعویٰ کے مطابق صراحت نہیں اس میں دونوں احتمال ہیں اکٹھی بھی ہو سکتی ہیں اور الگ الگ بھی احتمال کی صورت میں یہ حجت نہیں۔ نیز مسلمہ اصول ہے۔ اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ۔"

(البیان المحکم صفحہ ۸۸)

خود ہی اس مسلمہ اصول کی دھجیاں بکھیر چکے ہیں کیوں کہ جو انہوں نے مسلم سے اپنے دعوے کی اثبات میں حدیث ابن عباس نقل کی ہے اس میں ایک مجلس کی صراحت نہیں۔ چنانچہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد اعتراف کرتے ہیں:

"اس میں مجلس واحد کا ذِکر ہی نہیں۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۶، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

حرام کاموں پر اگلا حکم مرتب ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی

بہت سے کام ایسے ہیں جنہیں کرنا شریعت میں ممنوع ہے۔ اگر ان کاموں کا کوئی شخص ارتکاب کرلے تو کیا اس پر اگلا حکم لگے گا یا نہیں؟ مثلاً حالتِ حیض میں طلاق دینا منع ہے۔ اگر کوئی شخص ممانعت کے باوجود حالتِ حیض میں طلاق دے چھوڑے تو واقع ہو گی یا نہیں؟ غیر مقلدین کی ایک رائے یہ ہے کہ ممنوع کاموں کے ارتکاب پر اگلا حکم نہیں لگتا۔ جب کہ دوسری رائے یہ ہے کہ اگرچہ ایسے کام کرنا ممنوع ہیں مگر جب ان کا کوئی ارتکاب کرلے تو اگلا حکم لگ جائے گا۔

پہلی رائے:

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہی:

"اسے امت کا اجماع کہنا سراسر بہتان اور غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے محرمات ابدی یعنی ماں بہن اور بیٹی وغیرہ سے نکاح حرام اور گناہ تو ہے لیکن اگر کوئی کرلے تو ہو جاتا ہے خنزیر حرام ہے اگر کوئی کھالے جائز ہے۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۴۹)

دوسری رائے:

دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔ حکیم صاحب نے چند سطروں بعد لکھا:

”باقی رہا کہ زنا، طلاق، حیض یا قتل بھی حرام ہونے کے باوجود شمار ہو جاتے ہیں تو اس کا جواب ہے کہ یہ مثالیں تو تب درست ہوتیں جب ہم طلاق، حیض یا ایک مجلس کی تین کو ایک بھی نہ مانتے، جب ہم طلاق، حیض اور ایک مجلس کی تین کو دلائل صحیحہ کی روشنی میں ایک مانتے ہیں تو پھر ان مثالوں کا کیا فائدہ۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۵۰)

مسلم کی حدیثوں کی صحت پر اجماع ہے بھی اور نہیں بھی

صحیح مسلم حدیث کی مشہور کتاب ہے، اس میں درج حدیثوں کی صحت پر اجماع امت ہے یا نہیں؟ اس میں غیر مقلدین کی دو آراء ہیں۔ ایک فریق کا دعوی ہے کہ اس کی حدیثیں باجماع امت صحیح ہیں، جب کہ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ اس کی حدیثوں پر امت کا اجماع نہیں۔

پہلی رائے:

مسئلہ تین طلاق پر لکھنے والے غیر مقلدین نے مسلم شریف کی سب حدیثوں کے صحیح ہونے پر اجماع کا دعوی کیا۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

”جملہ محدثین روایت مسلم کو سنداً اور متناً صحیح تسلیم کرتے ہیں کیوں کہ مسلم کی صحت پر اہلِ سنت کا اتفاق ہے۔“

(البیان المحکم صفحہ ۲۵)

مولانا اللہ بخش ملتانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مسلم کی حدیثیں باتفاق صحیح ہوتی ہیں۔“

(نظر ثانی احسن الابحاث صفحہ ۱۱)

دوسری رائے:

اَب دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔

شیخ علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"محدثین کی طرف سے صحیحین کو تلقی بالقبول حاصل ہے یعنی چند روایات کو چھوڑ کر باقی تمام احادیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔"

(علمی مقالات:۳/ ۲۲۵)

علی زئی صاحب نے بخاری و مسلم کی حدیثوں میں سے چند روایات کی تلقی بالقبول کا انکار کر دیا۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض محدثین نے صحیحین کی بعض روایات پر بھی تنقید کی ہے اور ائمہ فن نے ان روایات کو صرف تلقی بالقبول کی فہرست سے خارج کیا ہے۔"

(توضیح الکلام صفحہ ۲۰۲)

اثری صاحب لکھتے ہیں:

"صحیحین میں مدلسین کی روایات کے متعلق جمہور کے اس قول کا ہم انکار نہیں کرتے کہ ان کی معنعن روایات سماع پر محمول ہیں۔ مگر یہ اصول "اجماعی" نہیں۔ جن روایات پر متقدمین کی موافقت میں متاخرین کلام کرتے ہیں ان کے بارہ میں یہ بلا دلیل دعویٰ سماع محض تقلیدی ذہن کی پیداوار ہے۔"

(توضیح الکلام صفحہ ۲۱۹)

اثری صاحب لکھتے ہیں:

"بخاری و مسلم میں ایسے اصحاب غرائب و افراد کی وہ روایات جن پر محدثین نے نقد کیا ہے ہم انہیں کب قبول کرتے ہیں؟۔"

(توضیح الکلام صفحہ ۲۴۶)

تقلید درست بھی ہے اور نہیں بھی

پہلی رائے:

غیر مقلدین تقلید کو ناجائز، بدعت اور شرک کہتے ہیں۔ تقلید کی تردید میں لکھی جانے والی کتابیں پڑھ سکتے ہیں۔

دوسری رائے:

اس کے ساتھ دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو۔

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے عبد الرحمن الجزیری کی کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعة" کے حوالہ سے لکھا:

"ابن عباس بلاشبہ مجتہدین میں سے تھے اور ایسے کہ جن پر دین کے معاملے میں اعتماد کیا جاتا ہے، لہٰذا آپ کی تقلید (آپ کی رائے کو تسلیم کر لینا) بھی درست ہے۔"

(ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۶۹)

آگے لکھتے ہیں:

"مخالفت کرنے والوں کی تقلید بھی اسی طرح صحیح ہے، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کو درست قرار دیا جا رہا ہے۔"

(ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۷۰)

تنبیہ: الجزیری کے الفاظ "كما يصح تقليد عمر "ہیں جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

"جس طرح عمر کی تقلید صحیح ہے"

مطلب یہ ہے کہ علامہ الجزیری نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کو صحیح کہا ہے۔ جب کہ یوسف صاحب کے ترجمہ سے یہ تاثر مل رہا ہے کہ علامہ جزیری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کو از خود صحیح نہیں کہا بلکہ دوسرے نامعلوم لوگوں کی بات نقل کر رہے ہیں۔

مقلد مشرک وبدعتی بھی ہوتا ہے، اور عالم اسلام کا مقبول شخص بھی

پہلی رائے:

غیر مقلدین کی کتابوں میں مذکور ہے کہ تقلید شخصی شرک ہے اور مقلد مشرک ہے۔ (رسائل بہاول پوری صفحہ ۵۲...الظفر المبین صفحہ ۲۰... سراج محمدی صفحہ ۴۷،۱۲،قد قامت الصلوة صفحہ ۱۰... اہلِ حدیث امرتسر ۲۲ محرم ۱۳۴۳ھ)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اَب ابن عابدین شامی بدعتی فقیہ کا اپنا بیان پیشِ خدمت ہے۔“

(مقالات:۵/ ۲۹۰)

دوسری رائے:

لیکن اس کے برعکس حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”فقہ کی دنیا میں علامہ شامی کو کون نہیں جانتا؟ عالم اسلام میں جو شہرت و مقبولیت اُن کو حاصل ہوئی اُس سے شاید ہی کوئی دوسرا بہرہ ور ہوا ہو۔“

(ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۸۸)

مقلد جاہل ہی ہوتا ہے اور ممتاز عالم بھی

پہلی رائے:

غیر مقلدین جب تقلید پر بحث کرتے ہیں تو مقلد کو جاہل قرار کہتے ہیں۔(دین میں تقلید کا مسئلہ ، تالیف شیخ زبیر علی زئی)وغیرہ۔

دوسری رائے:

لیکن اس کے برعکس جب مسئلہ تین طلاق کی باری آئی تو مقلد کو ممتاز عالم مان لیا۔چنانچہ حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے لکھا:

”مولانا سعید احمد اکبر آبادی(مدیر ”برہان“ دہلی)یہ مولانا انور شاہ کشمیری کے تلمیذ رشید اور ہندوستان کے نہایت ممتاز علمائے احناف میں سے تھے۔“

(ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۹۸)

”مقلد“ غیر محقق ہی ہوتا ہے اور محقق بھی

پہلی رائے:

مسئلہ تقلید میں غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ مقلد اور محقق دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”تعدیل مبہم مقلد کا مایۂ ناز ہو سکتی ہے،ایک تشنۂ تحقیق کی سیرابی کے لیے ناکافی ہے۔“

(نور العینین صفحہ ۱۶۷ طبع جدید)

دوسری رائے:

لیکن غیر مقلدین جب تین طلاق کا مسئلہ بیان کرنے لگے تو حنفی مقلد کو "محقق" لکھ دیا۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ) مشہور حنفی محقق۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۸۴)

مقلد جاہل ہی ہوتا ہے اور بڑا عالم، عظیم مفتی بھی

پہلی رائے:

غیر مقلدین مسئلہ تقلید پر بحث کرتے ہوئے مقلد کو جاہل کہا کرتے ہیں۔ تقلید کی تردید میں لکھی گئی ان کی کتابیں دیکھ لیں۔

دوسری رائے:

مگر جب طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بیان ہونے لگا تو شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے لکھا:

"متحدہ ہند کے ایک بڑے عالم اور عظیم مفتی مولانا کفایت اللہ دہلوی۔"

(ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۱۱۰)

تقلید کی مذمت ہی ہے اور اجازت بھی

پہلی رائے:

غیر مقلدین تقلید کو شرک اور کفر کہتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد نے لکھا:

"ہر مشرک پہلے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک۔ اگر تقلید نہ ہو تو شرک بھی پیدا نہ ہو، شرک پیدا ہی تقلید سے ہوتا ہے۔"

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۵۲)

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث کی کتابیں، رسالے اور فتوے دیکھیں جن میں تقلید کو نہ صرف بدعت بلکہ کفر قرار دیا ہے۔"

(اہلِ حدیث امرتسر ۲۲ محرم ۱۳۴۳ھ)

دوسری رائے:

اس عبارت کا عکس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی کتاب ''تاریخ ختم نبوت''صفحہ ۴۶۰ پر دیکھ سکتے ہیں۔

اس کے برعکس جب مسئلہ تین طلاق پر بحث آئی تو تقلید کو درست قرار دے دیا چنانچہ مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے''کتاب الفقه علی المذاهب''کے حوالہ سے لکھا:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اجتہاد کیا، اس کی دوسروں نے مخالفت کی۔ لہٰذا مخالفت کرنے والوں کی تقلید بھی اسی طرح درست ہے، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید درست ہے۔''

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۳۱)

راوی کی درایت کا اعتبار ہے بھی اور نہیں بھی

کبھی ایسے ہوتا ہے کہ صحابی یا حدیث کی سند کے کسی راوی نے حدیث بیان کی ہوتی ہے اور کا اس کا اپنا فتوی یا عمل ان کی بیان کردہ حدیث کے خلاف ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حدیث کو راوی پر ترجیح دیں یا راوی کے فتوی کو اس حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ٹھہرائیں؟ اس میں غیر مقلدین کی دو رائے ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے کہ حدیث کو لیا جائے گا، راوی کی بات کو نہیں۔ جب کہ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ راوی کی بات کو لے کر اس کی روایت کردہ حدیث کو منسوخ کہا جائے گا۔یعنی راوی کی بات قابل عمل ہو گی اور حدیث پر بوجہ نسخ کے عمل نہیں ہو گا۔

پہلی رائے:

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''راوی کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس کے فتوی کا۔''

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ:۵۵)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اعتبار راوی کی حدیث کا ہوتا ہے، نہ کہ راوی کی رائے کا۔''

(دین الحق:۶۵۸/۲، مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۱ء)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جب قرآن اور صحیح حدیث سے ایک مسئلہ ثابت ہو جائے تو اسی کو لیا جائے گا، اس کے خلاف کسی بھی امتی کو قول نہیں لیا جا سکتا، کیوں کہ قرآن و حدیث وحی ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں ہے جب کے امتی کے قول میں غلطی کا امکان ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ امتی نے حالات یا کسی مصلحت کے سبب نص کے خلاف فتوی دیا ہو جس میں وہ معذور ہو۔ حتی کہ کوئی صحابی ایک حدیث روایت کریں اور خود اس کے خلاف فتوی دیں تو بھی ان کی روایت کردہ حدیث ہی کو لیا جائے گا نہ کہ اس کے خلاف ان کے فتوے کو، کیوں کہ ان کے اس طرح کے فتوے میں بھی مذکورہ احتمالات ہو سکتے ہیں، کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۱۵، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

”یہ اصول باطل ہے، کیوں کہ مرفوع حدیث وحی ہے جو خالق کی طرف سے ہے جب کہ صحابی کا عمل وحی نہیں ہے اور مخلوق کی طرف سے ہے، پھر خالق کی بات کو مخلوق کی بات کیسے منسوخ کر سکتی ہے؟ اگر کہا جائے صحابی کا عمل ناسخ نہیں ہے، لیکن صحابی کے علم میں نسخ کی دلیل ہو گی اسی لئے انہوں نے حدیث کے خلاف عمل کیا، تو عرض ہے کہ اگر کسی ناسخ کا وجود ہوتا تو وہ ناسخ گم نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ اللہ اسے محفوظ رکھتا، جیسا کہ ماقبل میں وضاحت کی جا چکی ہے۔ نیز صحابی کا اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل حالات یا کسی مصلحت کے سبب بھی ہو سکتا ہے، اس لئے نسخ کی دلیل قطعا نہیں ہو سکتا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا: ”وان الصحابی اذا عمل بخلاف مارواه لایکون کافیا فی الحکم بنسخ مرویه ۔[فتح الباری لابن الحجر ، ط المعرفة (۱۰۶/۳)] صحابی جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو یہ چیز اس کی حدیث کے منسوخ ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۴۷، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت: ۲۰۲۴ء)

دوسری رائے:

اس کے برعکس دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا عبدالجلیل سامرودی "خاتمۃ الظلام فی رد فاتحۃ الکلام" میں لکھتے ہیں:

"راوی کا فتوی اپنی مروی عنہ کے خلاف علامتِ نسخ ہے۔"

(پندرہ روزہ صحیفہ اہلِ حدیث کراچی، یکم جمادی الثانی/۱۳۸۱ھ صفحہ ۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا قرأ فانصتوا"، جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(ابوداود کتاب الصلوة باب الامام يصلى من قعود)

شیخ زبیر علی زئی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح تو ہے لیکن منسوخ ہے۔"

(ماہنامہ "الحدیث" شمارہ:۸، ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ صفحہ ۵)

علی زئی صاحب نے حدیث "اذا قرأ فانصتوا" کے متعلق لکھا:

"یہ حدیث منسوخ ہے۔"

(علمی مقالات جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

اس حدیث کی تخریج و تحقیق میں شیخ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"هذا الحديث منسوخ بفتوى ابى هريرة۔"

(تخریج و تحقیق سنن ابی داود: ۱/۴۷۹، طبع دار السلام)

یہ حدیث ابو ہریرہ کے فتوی کی وجہ سے منسوخ ہے۔

حاصل یہ کہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنے زعم میں صحابی کے فتوے کو مدار بنا کر حدیث نبوی کو منسوخ قرار دیا ہے۔

حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع بھی ہے اور نہیں بھی

حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں اس میں غیر مقلدین کے دو گروہ ہیں۔ ایک

گروہ کی رائے ہے کہ ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

پہلی رائے:

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اب وہ طلاق جو حالتِ حیض میں دی تھی اہلِ حدیث کے نزدیک لغو ہے لیکن ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کا شمار بھی ہو گا۔"

(تیسیر الباری شرح بخاری:۷/۱۶۴ طبع تاج کمپنی)

وحید الزمان صاحب نے حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کے متعلق مزید لکھا:

"ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء تو اس طرف گئے ہیں کہ شمار ہو گا اور ظاہر یہ اور اہلِ حدیث اور امامیہ اور ہمارے مشائخ میں سے امام ابن تیمیہ، ابن قیم، امام ابن حزم علیہم الرحمۃ اور محمد باقر اور جعفر صادق اور ناصر علیہم السلام اہلِ بیت کا یہ قول ہے کہ اس طلاق کا شمار نہ ہو گا اس لیے کہ بدعی اور حرام تھا شوکانی اور محققین اہلِ حدیث نے اسی کو ترجیح دی ہے۔"

(حوالہ مذکورہ)

علامہ صاحب نے اپنی کتاب "نزل الابرار فی فقه النبی المختار:۲/۸۳،۸۱" میں بھی یہی لکھا کہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

میر نور الحسن غیر مقلد لکھتے ہیں:

"طلاق سنی آنست کہ زن حائض نباشد ہم چنیں نفساء نبود زیرا کہ طہر را دراں شرط کردہ ونفاس طہر نیست و دراں طہر کہ طلاق دادہ جماع نکرد باشد نہ زیادہ بر یک طلاق ندادہ زیرا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر سہ طلاق جمیعا حیہباک شد... وبالجملۃ اتفاق کائن است بر انکہ طلاق مخالف طلاق سنت را طلاق بدعت گویند... وآنچہ خلاف شرع خدا ورسول است مردود باشد بحدیث عائشہ رضی اللہ عنہا عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل لیس علیه امرنا فهورد ایں حدیث متفق علیہ است شوکانی گفتہ فم زعم ان هذه البدعة یلزم حکمها وان هذا الامر الذی لیس من امره صلی الله علیه وسلم یقع من فاعله و

يعتد به لم يقبل منه ذلك الا بدليل ۔"

(عرف الجادی من جنان هدى الهادی صفحہ ۱۱۹،۱۱۸)

ترجمہ: طلاق شرعی یہ ہے کہ عورت حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہو، کیوں کہ طلاق کے لئے عورت کا طہر میں ہونا شرط ہے اور جس طہر میں طلاق دے اس میں جماع نہ کیا ہو اور ایک سے زیادہ طلاق بھی نہ دے کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکٹھی تین طلاقوں پر ناراض ہو گئے تھے اور اس پر اتفاہے کہ جو طلاق شرعی طریقہ کے خلاف ہو وہ طلاق بدعت ہے اور جو چیز خدااور رسول کی شریعت کی خلاف ہو وہ مردود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ ہر وہ عمل جو ہمارے دین کے موافق نہ ہو وہ مردود ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور امام شوکانی فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اس غیر شرعی طلاق کا حکم لازم ہو جاتا ہے اور یہ طلاق جو امر رسول کے خلاف ہے، واقع ہو جاتی ہے اور اس کا اعتبار کیا جائے گا اس کی یہ بات بغیر دلیل کے قبول نہیں کی جائے گی۔

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"طلاق حیض کو بھی مردود وباطل وکالعدم ہونا چاہیے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۸۰)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا:

"حالتِ حیض کی طلاق بالکل واقع نہ ہو گی خواہ سو مجالس واوقات میں سو بار دی گئی ہو۔"

(صفحہ ۵۱۲)

ندوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عمر کی طلاق حیض کے باطل وکالعدم ہونے ہی کے باعث ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ اگر واقعۃً تمہیں طلاق دینے کا ارادہ ہی ہو تو بحالت طہر دے دینا کیوں کہ حیض والی طلاق تو مردود وباطل ولاشئی ہے۔ ابن عمر کو دوبارہ طلاق دینے کی تعلیم بذاتِ خود اس امر کی دلیل ہے کہ حالت حیض کی طلاق واقع نہیں ہوئی تھی۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۴۳۶)

ندوی صاحب دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

’’بحالت حیض عورت کو دی ہوئی طلاق نہیں پڑتی اسی کو عام اہلِ حدیث اہلِ علم کی طرح روضہ ندیہ کے مصنف نے بھی اختیار کیا ہے۔‘‘

(ضمیر کا بحران صفحہ ۳۴۹، ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ بنارس، اشاعت: جنوری ر ۱۹۹۷ء)

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’ایک روایت میں ہے وَلَمْ يَرَاهَا شَيْئًا کہ اس کو کی شی تصور نہ کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ لَيْسَ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ کہ یہ کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ تیسری روایت میں ہے: لَا يُعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاق کہ اس کا شمار ہی نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غیر مشروع اور غیر مسنون اور غیر ماذون طلاق ناقابل اعتبار ہے۔ پس اسی طرح تین طلاق اکٹھی حرام اور بدعت ہیں۔ ان میں سے دو کو واپس کرنا چاہیے، وہ ناقابل اعتبار ہیں، صرف ایک شمار کرنی ہو گی۔ بعض روایتوں میں حالتِ حیض کی طلاق کو شمار کرنا ظاہر ہوتا ہے لیکن علامہ شوکانی عالم ربانی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا ہے کہ اس بارہ میں کوئی شک نہیں ہے حائضہ کی طلاق نہ شمار کرنے کی روایت اس روایت سے بہت راجح ہے، جو طلاق شمار کرنے کے بارے میں ہے۔ جب موافقت کے منعقد ہونے کی وجہ سے ہم ترجیح کی طرف پھرتے ہیں تو روایت نہ شمار کرنے کی شمار والی سے بہت راجح ہے اس وجہ سے جو گذر چکی ہے۔‘‘

(فتاویٰ حصاریہ: ۶ر ۳۴۲، ناشر: عبد اللطیف ربانی مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور، طبع اول ۲۰۱۲ء)

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’جہاں تک عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ انہوں نے بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق بدعی دی جو باوجود بدعی ہونے کے حُسِبَتْ عَلَيَّ تَطْلِيْقَة، (بخاری و مسلم) ایک طلاق سمجھی گئی۔ اس میں استدلال والی کوئی بات نہیں کیوں کہ ایک حدیث میں یوں بھی ہے: فَرَدَّهَا عَلَىَّ وَلَمْ

یَرَھَا شَیْئًا۔ (ابوداود ص ۲۲۲ وغیرہ) حضورؐ نے بیوی کو میرے پاس لوٹا دیا اور طلاق کو کچھ خیال نہ کیا۔"

(تین طلاقیں ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ۳۵)

خواجہ صاحب آگے لکھتے ہیں:

"اگر طلاق کا وقوع مان بھی لیا جائے تو اس میں یہ بھی ارشاد ہے: مُرْہُ فَلْیُرَاجِعْھَا۔ (مسلم ص ۴۷۶) اسے کہو رجوع کرے۔ وہ طلاق ہی کیا جس کے بعد رجوع واجب ہو۔ یہ طلاق اپنی مثال آپ نظر آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے غلطی کی تائید کر کے مزید غلطی کا ثبوت نہیں دینا چاہیے۔"

(حوالہ مذکورہ)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"چوں کہ حالتِ حیض میں عورت کو طلاق دینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے خلاف ہے، لہذا یہ طلاق باطل ومردود ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۹۶، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

مذکورہ عبارات کا حاصل یہ ہوا کہ ان کے نزدیک حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

دوسری رائے:

لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کے دوسرے گروہ کی تحقیق ہے کہ حدیث کی رُو سے حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم نے باب: ۱۶ "غیر شرعی طلاق کا وقوع" کے تحت متعدد غیر مقلدین کی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔

فَلْیُرَاجِعْھَا میں مراجعت لغوی ہے اور شرعی بھی

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی تو فرمایا: فَلْیُرَاجِعْھَا، انہیں چاہیے کہ وہ بیوی سے رجوع کر لیں۔ (بخاری)

پہلی رائے:

اس رجوع کے بارے میں زیادہ تر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ رجوع شرعی تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان

کی طرف سے دی گئی طلاق واقع ہو گئی۔ اس کے بعد کا رجوع اسی واقع شدہ طلاق سے رجوع ہے۔

مولانا مبشر ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جمہور محدثین وفقہاء کے ہاں اس حدیث میں محل استدلال فلیراجعھا کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا اگر طلاق واقع نہ ہوئی ہوتی تو رجوع کا حکم نہ ہوتا۔"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳۶۶/۳)

مزید حوالہ جات ہماری اسی کتاب کے "باب:۱۶، غیر شرعی طلاق کے وقوع" باب کے تحت درج ہیں۔

دوسری رائے:

لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کا ایک طبقہ اس رجوع کو لغوی کہتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے بقول حالتِ حیض میں دی گئی یہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ چنانچہ رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابن عمر کو حضور نے "فَلْيُرَاجِعْهَا" کا حکم دیا یعنی اپنی بیوی سے مراجعت کر لو۔ مطلب یہ کہ اس طرف سابقہ حالت پر لوٹ آؤ... اس مراجعت کا یہ مطلب ہو ہی نہیں سکتا کہ طلاق حیض پڑ گئی لہذا اس سے رجوع کر لو۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۴۶)

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے... اس سے رجوع کا حکم دیا اور اس طلاق کو قائم نہ رکھا۔ رجوع کا لغوی معنی مراد ہے کہ اپنے اس کہنے سے رجوع کر لے کہ اپنے کہنے سے پھر کر پہلی حالت پر آجائے اور اس کو اپنی بیوی تصور کر لے۔"

(فتاویٰ حصاریہ: ۳۴۲/۶، ناشر: عبد اللطیف ربانی مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور، طبع اول ۲۰۱۲ء)

طلاق بِدعی واقع بھی ہے اور نہیں

پہلی رائے:

بعض غیر مقلدین کی رائے ہے کہ بدعت والی طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ علامہ شوکانی اور نواب صدیق

حسن خان کہتے ہیں:

”ایسے حالات میں دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہو گی کیوں کہ یہ طلاق بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۲/ ۳۱۴، حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد)

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”غیر مشروع اور غیر مسنون اور غیر ماذون طلاق نا قابل اعتبار ہے۔ پس اسی طرح تین طلاق اکٹھی حرام اور بدعت ہیں۔ ان میں سے دو کو واپس کرنا چاہیے، وہ نا قابل اعتبار ہیں، صرف ایک شمار کرنی ہو گی۔“

(فتاویٰ حصاریہ: ۶/ ۳۴۲، ناشر: عبد اللطیف ربانی مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور، طبع اول ۲۰۱۲ء)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”طلاقِ بدعی کی جتنی بھی صورتیں ہیں سب باطل ہوں گی، صرف سنی طلاق واقع ہو گی۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۵۱۲)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ یہ بدعی طلاق واقع نہیں ہو گی اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا، یہی بات دلائل کی روشنی میں درست ہے، اس بارے میں تفصیلی بحث ہم آیندہ الگ سے پیش کریں گے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۸۰، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

دوسری رائے:

اس کے برعکس غیر مقلدین کا ایک گروہ بدعی طلاق کو واقع مانتا ہے۔ حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جمہور علماء اپنے موقف کے متعلق بہت مضبوط دلائل رکھتے ہیں جن میں سر فہرست امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ہمارا رجحان بھی اسی طرف ہے۔‘

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۲/۳۱۵)

مزید حوالہ جات ہماری اسی کتاب کے باب: ۱۶ غیر شرعی / بدعتی طلاق کا وقوع میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

مجلس واحد پورا دورانیہ حمل، مکمل طہر اور مہینہ بھر ہے اور کم بھی

غیر مقلدین کے ہاں الگ الگ مجلسوں میں دی جانے والی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہیں البتہ مسئلہ ایک مجلس کی تعیین کا ہے۔ اس میں اُن کی آراء مختلف ہیں۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ مجلس واحد پوری مدتِ حمل ہے، مکمل طہر ہے اور یا پھر مہینہ بھر کا وقت۔

پہلی رائے:

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”واضح رہے کہ پوری مدتِ حمل یا پورے ایک طہر یا جسے حیض نہ آتا ہو اس کے لئے پورے ایک مہینے کی مدت ایک مجلس یا ایک ہی وقت کے حکم میں ہے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۸۱)

دوسری رائے:

اس کے برعکس دوسرے غیر مقلدین نے کہا کہ تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد دی جانے والی طلاقیں الگ الگ مجلس کی شمار ہوں گی جیسا کہ مولانا عبد اللہ روپڑی صاحب کا فتویٰ ہے جو اگلے عنوان کے تحت آ رہا ہے ان شاء اللہ۔

رجوع کے بغیر مختلف اوقات کی تین طلاقیں تین ہی ہیں اور ایک بھی

کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اس طلاق سے رجوع نہیں کیا۔ پھر کسی وقت دوسری طلاق دے چھوڑی۔ اس سے بھی رجوع نہیں کیا یہاں تک تیسری طلاق بھی دے دی۔ اس طرح الگ الگ اوقات میں دی جانے والی تین طلاقیں تین شمار ہوں گی یا ایک؟ اس میں غیر مقلدین کی دو آراء ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس صورت میں صرف ایک طلاق ہی شمار ہو گی۔ باقی دو کالعدم ہیں۔

پہلی رائے:

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”رجوع کے بغیر ایک طلاق کے بعد اگر دوسری تیسری طلاقیں مختلف اوقات میں دی جائیں گی تو وہ طلاقیں حکماً ایک مجلس یا ایک وقت کی طلاقیں شمار ہوں گی۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۸۱)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”عورت حیض کی حالت میں ہو تو وہ طلاق پروف ہوتی ہے اس لئے اس حالت میں اسے ایک بھی طلاق نہیں پڑے گی۔ اور اگر عورت بغیر جماع والے طہر میں ہو تو اس کو صرف ایک ہی طلاق پڑ سکتی ہے، ایک طلاق پڑتے ہی وہ خود بخود رجوع یا عقدِ جدید تک پروف ہو جاتی ہے، اس لئے اس دَوران میں اس پر مزید طلاقیں نہیں پڑ سکتیں۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۶۱۴، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

اسی فریق کے ایک فرد حافظ گوندلوی بھی ہیں۔ مولانا عبد المنان نورپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”دونوں کے درمیان چوں کہ رجوع نہیں کیا گیا اس لیے علماء کی ایک جماعت ایسی دو طلاقوں کو ایک ہی قرار دیتی ہے مثلاً حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم اور حافظ گوندلوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔“

(احکام و مسائل: ۱/ ۳۴۳)

دوسری رائے:

اس کے برعکس غیر مقلدین کا دوسرا گروہ کہتا ہے متعدد طلاقوں کے درمیان رجوع نہ ہو، تب بھی وہ متعدد ہیں۔ مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جب تین طلاقیں متفرق ہوں تو عورت بالاتفاق حرام ہو جاتی ہے خواہ تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد دے یا کئی سالوں میں دے اور خواہ درمیان میں رجوع کیا ہو یا نہ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان طلقھا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی تیسری طلاق کے بعد حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور خاوند سے نکاح پڑھے۔“

(فتاویٰ اہل حدیث: ۲/ ۴۹۸)

مولانا عبد المنان نوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”پہلی طلاق کے بعد وقفہ کے ساتھ دی ہوئی دوسری طلاق دوسری ہی ہو جاتی ہے۔ رجوع کے ساتھ ہو، خواہ رجوع کے بغیر۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الطلاق مرتن الخ﴾ یہ فرمان دونوں طلاقوں کے درمیان رجوع ہونے اور نہ ہونے والی دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اس آیت کریمہ کو دونوں طلاقوں کے درمیان رجوع ہونے والی صورت کے ساتھ مخصوص قرار دینے یا مخصوص ہونے کی کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں پھر دونوں طلاقوں کے درمیانی وقفے کی دنوں، راتوں، گھنٹوں اور منٹوں میں تعیین کتاب و سنت میں کہیں وارد ہوئی۔“

(احکام ومسائل: ۱/ ۳۴۷)

نور پوری صاحب آگے لکھتے ہیں:

”دوسری طلاق کے جواز یا نفاذ کے لیے پہلی طلاق کے بعد رجوع کے شرط ہونے کی کتاب وسنت میں کوئی دلیل مجھے معلوم نہیں۔ آیت ﴿الطلاق مرتن﴾ اور سنن نسائی کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث: ”طلاق سنت یہ ہے کہ ایک طلاق دینا اور عورت کی طہر کی حالت میں ہو بغیر جماع کے پس جب حیض آئے اور طہر آجائے تو دوسری طلاق دے“ سے رجوع کا شرط نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔“

(احکام ومسائل: ۱/ ۳۴۸)

نور پوری صاحب لکھتے ہیں:

”دوسری طلاق دینے یا واقع ہونے کے لیے پہلی طلاق کے بعد والے رجوع کا شرط ہونا کسی آیت یا کسی حدیث مقبول سے ثابت نہیں۔“

(احکام ومسائل: ۱/ ۳۵۰)

قاسم بن سرور نامی کسی بندے نے سوال کیا:

”بغیر رجوع کئے ایک آدمی تین طلاقیں وقفہ وقفہ سے دے سکتا ہے؟“ نور پوری صاحب نے اس سوال کا یوں جواب دیا:

”ہاں! دے سکتا ہے اور اس طرح دی ہوئی تین طلاقیں بھی تین ہی واقع ہو جائیں گی۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان﴾[البقرۃ:۲۲۹][طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر یا سیدھی طرح اپنے پاس رکھا جائے یا اچھے طریقے سے اسے رخصت کر دیا جائے۔] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾[”پھر اگر مرد (تیسری) طلاق بھی دے تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لیے حلال نہ رہے گی، حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔“] یہ دونوں آیتیں عام ہیں مطلق ہیں درمیان میں رجوع کی کوئی تخصیص و تقیید کہیں وارد نہیں ہوئی۔“

(احکام و مسائل: ۲/ ۴۷۷)

سوال ہوا:

”ایک آدمی بغیر رجوع کئے تین طلاقیں تین ماہ میں دیتا ہے۔ اب کیا رجوع کی کوئی صورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر طلاق ایک ایک ماہ بعد دی گئی ہے۔“

نورپوری صاحب نے جواب دیا:

”صورتِ مسؤلہ میں ذکر کردہ تین طلاقیں اگر عدت کے اندر ہیں تو تینوں واقع ہو چکی ہیں۔“

(احکام و مسائل: ۲/ ۴۸۳)

تین طلاقیں دینے پر ناراضگی والی حدیث قابل استدلال ہے اور ضعیف بھی

عموماً غیر مقلدین کہا اور لکھا کرتے ہیں اکٹھی تین طلاقیں دینا چوں کہ منع ہیں، اس لئے واقع نہیں ہوتیں ۔ پھر ممانعت کے ثبوت پر نسائی کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے والے پر آپ غصہ ہو گئے اور فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے؟ حالاں کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ (الحدیث)

اس حدیث کی بابت اختلاف ہے کہ صحیح ہے یا ضعیف غیر مقلدین کے ایک فریق کی تحقیق ہے کہ یہ حدیث صحیح اور قابل استدلال ہے جب کہ دوسرے فریق کی رائے کے مطابق یہ ضعیف ہے۔

پہلی رائے:

مولانا محمد اسرائیل ندوی غیر مقلد نے اپنے دلائل میں اس حدیث کو پانچویں نمبر پہ ذِکر کیا ہے۔(طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں صفحہ ۲۶، طبع سوم جون ۲۰۱۱ء، ناشر: ادارہ تبلیغ اسلام جام پور)

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے بھی اس سے استدلال کیا ہے۔

(طلاق، خلع اور حلالہ، تالیف صلاح الدین یوسف)

اس حدیث کی صحت پر غیر مقلدین کے حوالے بندہ کی اسی کتاب کے باب دوم میں دیکھ سکتے ہیں۔

دوسری رائے:

اس کے برعکس کئی غیر مقلدین اس حدیث کو ضعیف باور کراتے ہیں۔ حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) نسائی کی حدیث محمود بن لبید والی کے تحت لکھتے ہیں:

"اس حدیث کی سند میں محمود بن لبید راوی ہے جو براہ راست نبی علیہ السلام سے بیان کر رہا ہے اس کے صحابی اور تابعی ہونے میں اختلاف ہے۔ اگر تابعی ہے تو پھر یہ حدیث مرسل ہو گئی جو محدثین کے ہاں حجت نہیں محمود بن لبید بن عقبة بن رافع من اولاد الصحابة لا يصح له سماع من النبى صلى الله عليه وسلم (خلاصۃ التہذیب ج۳ص۱۵) اولاد صحابہ سے ہیں نبی علیہ السلام سے سماع ثابت نہیں۔"

(البیان المحکم صفحہ ۶۹)

مولانا عبد المنان نورپوری لکھتے ہیں:

"اس روایت کے متعلق **التعليقات السلفية** میں لکھا ہے: (حديث محمود ابن لبيد هذا رجاله ثقات لكن محمود ولد فى عهد النبى صلى الله عليه وسلم ولم يثبت منه سماع ، وقد قال النسائى (يعنى فى الكبرى) بعد تخريجه : لا اعلم احدا رواه غير مخرمة بن بكير يعنى ابن الاشج عن ابيه ... ورواية مخرمة عن ابيه عند مسلم فى عدة احاديث و قد قيل: انه لم يسمع من ابيه ،كذا فى الفتح[(۱۶۳/ج:۵..۲/۸۹) محدثِ

وقت شیخ البانی ... رحمہ اللہ تعالیٰ ... نے اس روایت کو صحیح نسائی میں جگہ نہیں دی۔ اگر اس روایت کو صحیح روایت تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے صرف اور صرف بیک وقت تین طلاق دینے کا عدم جواز نکلے گا۔"

(احکام و مسائل: ۲/ ۴۸۵)

غیر مقلدین کی شائع کردہ "سنن نسائی مترجم" میں سیدنا محمود بن لبید والی روایت کی بابت لکھا ہے:

"تفرد به النسائی (تحفۃ الاشراف: ۱۱۲۳۷)(ضعیف) سند میں مخرمہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے"

(نسائی مترجم: ۳/ ۳۹۵، ح ۳۴۳۰)

سنن نسائی مترجم پر تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد اور مراجعت ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی غیر مقلد کی ہے۔

ابراہیم نخعی کی ابن مسعود سے روایت ضعیف ہی ہے اور صحیح بھی

سیدنا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کبھی درمیان کے واسطے کے بغیر براہ راست سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حوالہ دے کر حدیث بیان کرتے ہیں مثلا یوں کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے فرمایا، یا عمل کیا۔ جب وہ بیچ کے راوی کو گرا کر براہ راست سیدنا عبد اللہ بن مسعود سے حدیث بیان کریں تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے یا صحیح؟ اس میں غیر مقلدین کی دو رائے ہیں۔ ایک فریق کے ہاں ایسی حدیث ضعیف ہوتی ہے، جب کہ دوسرے فریق کی تحقیق میں ایسی روایت صحیح ہوتی ہے۔

پہلی رائے:

سیدنا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سوائے شروع نماز کے کہیں بھی نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھا:

"سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ یا ۳۳ ہجری کو فوت ہوئے ہیں... اور ابراہیم بن یزید نخعی ۳۷ ہجری کے بعد پیدا ہوئے تھے ... لہذا یہ سند منقطع ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ روایت

ابراہیم نخعی نے "غیر واحد" (کئی اشخاص) سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ (نصب الرایۃ ج ا ص ۴۰۷،۴۰۶) تو اس کا جواب یہ ہے کہ "غیر واحد" اور "جماعت" دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں لہذا ان سے استدلال مخدوش ہے... یہ عبارت مرویاتِ ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔ اولاً: اس لیے کہ ممکن ہے دو تین کوفی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔ ثانیاً: پتا نہیں کہ سلسلۂ اسناد عبد اللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔ ثالثاً: ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمۂ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔ والجرح مقدم علی التعدیل، تعدیل مبہم مقلد کا مایۂ ناز ہو سکتی ہے ایک تشنۂ تحقیق کی سیرابی کے لیے ناکافی ہے۔ انہی خدشات کی روشنی میں جرح و تعدیل کے ایک بہت بڑے امام نے یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ ابراہیم سے عبد اللہ کی روایات ضعیف ہیں... خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور حافظ ذہبی نے ابراہیم نخعی کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔"

(نور العینین صفحہ ۱۶۷ طبع جدید)

دوسری رائے:

رفع یدین کی بحث میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابراہیم نخعی کی روایت کو ضعیف کہا اور جب مسئلہ تین طلاق پر کتاب لکھی جانے لگی تو رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھا:

"ابراہیم نخعی کا ابن مسعود سے اگرچہ لقاء و سماع نہیں ہے مگر موصوف ابراہیم نخعی کا کہنا تھا کہ جب متعدد رواۃ سے میں ابن مسعود کی بیان کردہ کوئی حدیث سنے رہتا ہوں تو ان کا نام لئے بغیر کہہ دیتا ہوں کہ ابن مسعود نے فلاں روایت یا بات بیان کی اس اعتبار سے ابن مسعود کی یہ روایت معتبر ہوئی۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۲۰)

شیخ البانی غیر مقلد کے نزدیک بھی سیدنا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

مرسل روایت صحیح شمار ہوتی ہے۔(تحقیقی حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی زئی کے معیارات کا تقابلی جائزہ صفحہ ۱۲۸، مقالہ نگار عبد المنان)

سیدنا ابن عباس حضور کی طرف غلط نسبت کریں ناممکن ہے اور ممکن بھی

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط باتیں منسوب کریں ممکن ہے یا ناممکن؟ اس حوالے سے غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:

شیخ یحیی عارفی غیر مقلد مسئلہ تین طلاق کی بحث میں لکھتے ہیں:

"یہ ناممکن ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں وہ معاذ اللہ... بریلوی مفتی جیسے تو نہ تھے، جو ایسا کرتے۔"

(تحفۂ احناف صفحہ ۳۰۲)

دوسری رائے:

اس کے برعکس دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ سے نکاح کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ احرام میں تھے۔(بخاری)

غیر مقلدین نے حالتِ احرام میں نکاح کرنے کی اس نسبت کو غلط کہا ہے۔

مولانا محمد صادق خلیل غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حافظ ابن عبد الہادی تنقیح التحقیق میں فرماتے ہیں، ابن عباسؓ سے مروی حدیث جس میں ہے کہ آپؐ نے میمونہؓ کے ساتھ حالتِ احرام میں نکاح کیا، درست نہیں، اگرچہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے۔"

(شرح مشکوۃ اردو: ۵۰۶/۲)

مولانا عبد التواب ملتانی غیر مقلد نے لکھا:

"عبد اللہ بن عباس سے جو یہ آیا ہے کہ جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ سے محرم

ہونے کی حالت میں نکاح کیا یہ قول خلاف تحقیق ہے بچند وجوہ جن کو زاد المعاد میں ذکر فرمایا ہے۔"

(حاشیہ بلوغ المرام صفحہ ۲۳۸)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا اس وقت آپ حلال تھے... ابن عباس اس وقت کم سن تھے تو احتمال ہے کہ ان کو دھوکہ ہوا ہو... افسوس ہے کہ حنفیہ باوجود ان سب باتوں کے ابن عباسؓ کی حدیث پر اڑ گئے ہیں۔"

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجۃ: ۲/۷۹)

وحید الزمان صاحب دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

"سعید بن مسیب نے کہا ابن عباس نے غلطی کی۔"

(تیسیر الباری شرح بخاری: ۷/۴۳)

آگے لکھتے ہیں:

"ممکن ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک تقلید ہدی سے آدمی محرم ہو جاتا ہو انہوں نے آنحضرتؐ کو یہ دیکھ کر کہ آپ نے ہدی کی تقلید کی قیاس کر لیا کہ آپ محرم تھے حالاں کہ آپ نے احرام نہیں باندھا تھا۔"

(تیسیر الباری شرح بخاری: ۷/۴۳)

مولانا داود راز غیر مقلد نے وحید الزمان کی عبارت کو نقل کر کے اتفاق کیا ہے۔ (شرح بخاری: ۶/۲۰۲)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فتوی کی روایت قابل استدلال ہے اور ضعیف بھی

پہلی رائے:

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے مصنف ابن ابی شیبہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کیا۔ پھر اس سے استدلال کرتے ہوئے لکھا:

"حضرت علی نے یہ بات محض غصہ میں کہی تھی ورنہ تین سے زیادہ طلاقوں کو دوسری

بیویوں پر تقسیم کرنے کا قائل کوئی بھی نہیں۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۰۳)

دوسری رائے:

اس کے برعکس شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد نے مذکورہ فتویٰ کے متعلق لکھا:

”حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اس فتوی کا انتساب قطعی طور پر غلط ہے کیوں کہ اس کی سند میں اعمش اور حبیب بن ابی ثابت دونوں مدلس ہیں جو معنعن بیان کررہے ہیں۔“

(تحفۂ احناف صفحہ ۳۲۲)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کی رائے بھی یہی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ اَثر ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے مصنف ابن ابی شیبہ سلفیہ (۱۳/۵) سے یہ اثر نقل کر کے لکھا:

”اس کی سند ضعیف ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۵۵، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

ترجیح بخاری و مسلم کی حدیث کو ہی ہے اور نہیں بھی

ایک حدیث بخاری و مسلم میں ہو اور اس کے معارض کوئی حدیث بخاری و مسلم سے باہر کسی کتاب میں ہو تو ترجیح کس حدیث کو ہونی چاہیے؟ غیر مقلدین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث کو ترجیح حاصل ہے۔ اور جب اس اصول سے مسلک پر زَد پڑے تو پھر بخاری و مسلم کی حدیث پر دوسری حدیث کو ترجیح دے دیتے ہیں۔ اس حوالے سے اُن کے دونوں پہلو ملاحظہ ہوں۔

پہلی رائے:

مولانا امین محمدی غیر مقلد اپنے مقالہ میں کہتے ہیں:

”کتب اصول حدیث میں یہ بات مسلّم ہے کہ اگر کسی روایت کے مختلف طرق صحیح بھی ہوں لیکن ان میں کچھ فرق ہو تو اسی حدیث کو ترجیح ہو گی جو بخاری اور مسلم دونوں میں ہو۔“

(بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱۲۸)

دوسری رائے:

اس کے برعکس دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حالتِ احرام میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا تھا۔ جب کہ غیر مقلدین اس سے انکاری ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے حالتِ احرام میں نکاح نہیں کیا۔ جیسا کہ اوپر ''سیدنا ابن عباس حضور کی طرف غلط نسبت کریں ممکن ہے بھی اور نہیں بھی ''عنوان کے تحت حوالہ جات درج ہیں۔ ایک حوالہ یہاں بھی ملاحظہ ہو۔

شیخ عبد الرحمن ضیاء غیر مقلد لکھتے ہیں:

''جس میں غلطی واقع نہ ہو اس کو غلطی واقع ہوئی پر ترجیح ہو گی مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محرم ہونے کی حالت میں شادی کی [بخاری] جب کہ دیگر کتب حدیث مثلاً ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ حلال ہونے کی حالت میں شادی کی تھی۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ [ابن تیمیہ (ناقل)] ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح بخاری والی روایت کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس میں ثقہ صدوق راوی سے غلطی واقع ہوئی ہے اس لیے وہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔''

(امام ابن تیمیہ بحیثیت ایک عظیم محدث صفحہ ۴۸)

اسی طرح بسم اللہ بالسر کی حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے مگر غیر مقلدین جہری بسم اللہ کے قائل ہیں۔ مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے تو الٹا مسلم میں مذکور آہستہ بسم اللہ والی حدیث پر جرح کر دی ہے۔

(فتاوی علمیہ: ۳/ ۱۸۴، شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد)

یہاں غیر مقلد مصنف شیخ کفایت اللہ سنابلی کا معیار بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

سنابلی صاحب نے صحیح مسلم (رقم: ۱۴۷۱) سے حدیث نقل کی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو طلاق حالتِ حیض میں دی تھی، اسے واقع سمجھا۔

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۱۰، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت: ۲۰۲۴ء)

چوں کہ سنابلی صاحب حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع نہیں مانتے، اس لئے انہوں نے صحیح مسلم میں مروی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس نظریہ کے خلاف محلی ابن حزم میں مذکور اَثر کو ترجیح دی ہے۔

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۲۳، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما حدیث بھولے ہی ہیں اور نہیں بھی

پہلی رائے:

قاضی شوکانی غیر مقلد نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

”چوں کہ وہ اپنی مروی حدیث کو بھول گئے اس لئے اس کے خلاف فتوی دیا۔“

(نیل الاوطار ۶/۲۴۷)

دوسری رائے:

اس کے برعکس مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد کی رائے یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے مروی حدیث بھولے نہیں۔ چنانچہ وہ تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”امام شوکانی نے جو بھولنا وجہ بیان کی ہے یہ بالکل ٹھیک نہیں۔“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں ضمیمہ تنظیم اہلِ حدیث روپڑ صفحہ ۳۳ بحوالہ عمدۃ الاثات صفحہ ۸۶)

قاضی شوکانی اور روپڑی صاحب کا اختلاف

جس عورت کو ہم بستری سے پہلے الگ الگ تین طلاقیں ”تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق“ کہہ کر دی گئی ہوں تو ایسی صورت میں پہلی طلاق کے ہوتے ہی وہ بائنہ ہو جاتی ہے اس لئے دوسری اور تیسری طلاق کا محل نہیں رہتی۔ تو دوسری اور تیسری طلاقیں لغو جاتی ہیں۔ اَب رہا مسئلہ اس عورت کو جس سے شوہر نے ہم بستری کی ہو، اسے اس طرح الگ الگ لفظِ طلاق بول کر طلاق دی تو کیا اسے اس عورت پر قیاس کر سکتے ہیں جس سے شوہر نے ہم بستری نہیں کی اور ہم بستری سے پہلے طلاقیں دے دی ہوں۔ قاضی شوکانی وغیرہ کہتے ہیں ایسا قیاس کرنا درست ہے۔ جب کہ مولانا عبد اللہ روپڑی نے کہا ایسا قیاس کرنا غلط ہے۔

پہلی رائے:

قاضی شوکانی نے کہا کہ ابو داود کی مقید حدیث غیر موطوۃ سے متعلق ہے اور مسلم کی مطلق حدیث موطوِۃ سے متعلق ہے لہذا جب غیر موطوِۃ کی تین متفرق طلاقیں ایک سمجھی جاتی ہے تو موطوِۃ کی بھی اسی طرح ایک ہی سمجھی جائے گی۔ (نیل الاوطار: ۶/۲۴۸)

دوسری رائے:

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ جواب قابلِ اعتماد نہیں اور اس کے متعلق بحث (کرتے ہوئے) امام شوکانی نے یہ جواب دیا ہے مگر کمزور ہے کیوں کہ اس صورت میں ابو داود کی حدیث میں قبل دخول کی قید فضول جاتی ہے، نیز ایک حدیث جب مختلف طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہو تو وہ ایک ہی ہوتی ہے ان سب کو ملا کر الفاظ کا مطلب لیا جائے گا۔“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں ضمیمہ تنظیم اہلِ حدیث روپڑ صفحہ ۵ بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۸۶)

تین کو ایک کہنے والے اکثر ہی اہل حدیث ہیں اور بعض بھی

اتنی بات تو مسلّم ہے کہ اہل حدیث کہلوانے والے سب ہی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے۔ تین کو ایک کہنے والے کتنے ہیں؟ اس میں خود ان کی تصریحات مختلف ہیں۔ ایک صاحب کا دعوی ہے کہ تین کو ایک کہنے والے بعض ہیں، جب کہ دوسرے محرر نے کہا کہ تین کو ایک کہنے والے اکثر ہیں۔

پہلی رائے:

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بعض اہلِ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں اکٹھی دے تو یہ ایک ہی طلاق ہے۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۲/ ۴۹۵)

دوسری رائے:

مولانا داود راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اکثر اہلِ حدیث... کا یہ قول ہے کہ ایک طلاق رجعی پڑے گی خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔“

(شرح بخاری داود راز: ۷/ ۴۳)

روپڑی صاحب کے نزدیک بعض اہلِ حدیث اور راز صاحب کے نزدیک اکثر اہلِ حدیث تین کو ایک مانتے ہیں۔ دونوں میں سے کسی کے نزدیک بھی کل اہلِ حدیث تین کو ایک ماننے والے نہیں۔

”البتہ“ کے معنی تین ہی ہے اور ایک بھی

غیر مقلدین کے ہاں ”طلاق البتہ“ کی تعریف میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک طلاق بتہ پختہ طلاق کو کہتے ہیں جس کا اِطلاق ایک بائنہ پر بھی ہوتا ہے اور تین پر بھی۔ اور پھر تین کی بابت بھی اختلاف ہے کہ اس سے مراد اکٹھی تین ہیں اور یا جُدا جُدا دی جانے والی تین۔

پہلی رائے:

پہلے گروہ کی رائے ہے کہ طلاق بتہ ایک طلاق کو بھی کہہ سکتے ہیں:

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) طلاق کی دو قسموں: طلاقِ بائنہ اور طلاقِ مغلظہ کی تعریف لکھنے کے بعد ”طلاق بتہ“ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

> ”بتہ کے لفظی معنیٰ کاٹنے کے ہیں ہر وہ طلاق جس سے نکاح ٹوٹ جائے اور میاں بیوی کا تعلق ختم ہو جائے اسے طلاقِ بتہ کہتے ہیں مذکورہ دونوں اقسام پر طلاق بتہ کا بھی استعمال ہوتا ہے۔“
>
> (البیان المحکم صفحہ ۱۳)

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”طلاق البتہ یہ ہے کہ طلاق دینے والا ﴿انت طالق البتة﴾ کہے اور البتہ، البت سے ماخوذ ہے جس کا معنی قطع کرنے اور کاٹنے کے ہیں، گویا وہ اس طرح کہتا ہے کہ میں نے تجھے ایسی طلاق دی جس نے نکاح کو قطع کر دیا ہے، کاٹ کر رکھ دیا ہے، اَب اس نے رجوع کا موقع نہیں چھوڑا۔ یہ لفظ بول کر طلاق دینے والا تین طلاقیں مراد لیتا ہے اور مراد دراَصل ایک طلاق بائن ہوتی ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اگر طلاق دینے والے کی نیت میں ایک ہی طلاق تھی تو ایک رجعی طلاق واقع ہو گی اور قسم لینے کا مقصد تو یہ تھا کہ اگر اس نے تین کی نیت کی ہو گی تو تین بھی واقع ہو جائیں گی لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔“

(اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام اردو: ۲/ ۱۰۷، مترجم مولانا عبد الوکیل علوی، دار السلام لاہور)

دوسری رائے:

غیر مقلدین کے دوسرے گروہ کے ہاں اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو "طلاق بتہ" کہتے ہیں۔
مسعود احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"رکانہ نے کاٹنے والی طلاق دی یعنی تین طلاقیں دیں... صحیح یہی ہے کہ البتہ کے معنی تین ہی کے ہیں نہ کہ ایک کے۔"

(مجلسِ واحد میں تین طلاقیں ایک کیوں نہیں؟ صفحہ:۱۸)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے طلاقِ بتہ کے متعلق لکھا:

"اس سے مراد ایک مجلس کی تین ہی طلاقیں ہیں کیوں کہ اہلِ مدینہ ایک کی مجلس کی تین طلاقوں کو طلاق بتہ کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۸۲)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ مدینہ طلاق ثلاثہ کو طلاق بتہ کہتے تھے... اس لحاظ سے مدنی عرف کے مطابق حدیث رکانہ کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے بیوی کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دی تھیں۔"

(دین الحق:۲/۶۵۶، مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۱ء)

اگلے صفحہ پہ لکھا:

"بتہ سے مراد ایک دم دی گئی تین طلاقیں ہیں۔"

(دین الحق:۲/۶۵۷، مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۱ء)

تیسری رائے:

غیر مقلدین کے تیسرے گروہ کی رائے ہے کہ مختلف اوقات میں دی گئی الگ الگ تین طلاقیں دینا طلاق بتہ ہے۔

مولانا عمر فاروق سعیدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”شوہر جب اپنی بیوی کو مختلف اوقات میں تین طلاقیں دے دے، تو اسے رجوع کا حق حاصل نہیں رہتا۔ ایسی طلاق کو ”بتۃ“ کہتے ہیں۔“

(شرح ابو داود: ۲/ ۷۴۳)

عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جس عورت کو طلاقِ بتہ (الگ الگ تین مواقع پر تین طلاقیں...) مل گئی ہو۔“

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ؟؟؟)

قوسین کی عبارت بھی عمران شہزاد کی ہے۔

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو بتہ یعنی مختلف اوقات میں تین طلاقیں دی تھیں۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۲۹)

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”طلاق بتہ (طلاق بائنہ یعنی تیسری طلاق) کے بعد...“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۳۸، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

صلاح الدین صاحب اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”طلاق بتہ الگ الگ تین موقعوں پر تین طلاقیں...“

(حوالہ مذکورہ صفحہ ۱۱۸)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”عہد رسالت میں طلاقِ بتہ صرف اس طلاق کو کہا جاتا تھا جو سنت کے مطابق تیسری بار دی جاتی تھی جو طلاقِ بائنہ بینونۃ کبری ہوتی تھی۔ یعنی عہدِ رسالت میں طلاقِ رجعی کو طلاقِ بتہ نہیں کہا جاتا تھا، مثلاً عہدِ رسالت میں طلاقِ رجعی کو طلاقِ بتہ نہیں کہا جاتا تھام، مثلاً عہد رسالت میں سنت کے مطابق ایک ہی طلاق دی گئی، یا سنت کے مطابق دوسری طلاق دی گئی تو اس کو طلاقِ

بتہ نہیں کہا جاتا تھا، بلکہ سنت کے مطابق تیسری طلاق ہی کو طلاقِ بتہ کہا جاتا تھا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۰۵، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت: ۲۰۲۴ء)

ثقہ کا تفرد ضعف کو مستلزم ہے بھی، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

غیر مقلدین فاتحہ خلف الامام کی بحثوں میں راوی کے تفرد کو ضعف کا سبب قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ مولانا محمد گوندلوی نے لکھا:

"یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے ثقہ ہونے کے [باوجود (ناقل)] تفرد کی بناء پر شاذ اور ضعیف ہو گی۔"

(خیر الکلام صفحہ ۳۴۲)

مزید دیکھئے توضیح الکلام وغیرہ۔

دوسری رائے:

لیکن اس کے بالمقابل عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد مسئلہ تین طلاق کی بحث میں لکھتے ہیں:

"طاؤس پر اعتراض اور اس کے تفرد پر لب کشائی بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا، کیوں کہ ... ثقہ کا تفرد حدیث کے ضعف کو مستلزم نہیں ہوتا۔"

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۵۶)

تنبیہ: طاؤس کے تفرد کی بحث کے لیے "باب: ۱۲، غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل کا جائزہ" کا مطالعہ کریں۔

فقیہ کا تفرد مضر ہی ہے اور نہیں بھی

پہلی رائے:

عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"طاؤس پر اعتراض اور اس کے تفرد پر لب کشائی بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا، کیوں کہ وہ فقیہ بھی ہے۔"

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۵۶)

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ تمام محدثین محدث ہونے کے ساتھ فقیہ بھی ہیں۔ تب تو کسی محدث کے تفرد پر لب کشائی جائز نہیں ہونی چاہیے۔

دوسری رائے:

سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ منفرد شان کے فقیہ ہیں مگر غیر مقلدین اُن کے تفرد کو وجہ ضعف قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ مولانا محمد گوندلوی لکھتے ہیں:

"یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے ثقہ ہونے کے [باوجود (ناقل)] تفرد کی بناء پر شاذ اور ضعیف ہو گی۔"

(خیر الکلام صفحہ ۳۴۲)

مدونة الكبرى کتاب معتبر ہے بھی اور نہیں بھی

فقہ مالکی کی ایک مشہور کتاب "مدونة الكبرى" ہے اس کتاب کی بابت غیر مقلدین اختلاف کا شکار ہوئے کہ یہ معتبر ہے یا نہیں؟

پہلی رائے:

رئیس محمد ندوی غیر مقلد "مدونة الكبرى للامام مالک :۴/۱۰۱" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"امام مالک نے فرمایا کہ میرا اور میرے شہر مدینہ منورہ میں کے کسی صاحب فتویٰ کا یہ فتویٰ نہیں کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے کر تین طہروں میں تین طلاقیں دے ڈالے بلکہ صرف ایک طلاق ایک طہر میں دے کر طلاق سے رک جائے حتیٰ کہ عدت ختم ہو کر عورت بائنہ ہو جائے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۴۳۵)

ندوی صاحب نے مدونہ نامی کتاب سے نہ صرف استدلال کیا بلکہ اس کتاب کی نسبت امام مالک کی طرف کر دی۔

دوسری رائے:

جب کہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے مسئلہ رفع یدین کی بحث میں اس کتاب کو نہ تو قابل استدلال تسلیم کیا

اور نہ ہی اسے امام مالک کی کتاب قرار دیا، بلکہ اسے کیڑوں والی کتاب کہا۔
چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"المدونة الكبرى غیر ثابت اور غیر مستند کتاب ہے۔ دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجهر بالتامین ص۷۳۔"

(نور العینین صفحہ ۲۱۹)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"المدونة الكبرى" امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحب مدونہ "سحنون" تک متصل سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ ساری کتاب بے سند ہے۔ ایک مشہور عالم ابو عثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی صاحب سحنون، جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔ [سیر اعلام النبلاء، ۱۴/ ۲۰۵] انہوں نے مدونہ کے رَد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ [ایضاً] وہ مدونہ کو "مدوّدة" یعنی کیڑوں والی کتاب کہتے تھے۔ [العبر فی خبر من عبر :۱/ ۴۴۳، وفیات: سنہ ۳۰۲ھ]"

(نور العینین صفحہ ۲۸۵)

علی زئی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"مالکیوں کی مدونہ کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جو کہ غیر ثابت اور ناقابل حجت کتاب ہے۔"

(نور العینین صفحہ ۲۸۵)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجماع کی مخالف کی ہے اور نہیں بھی

غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ دورِ نبوی اور صدیقی میں تین طلاقوں کے ایک ہونے پر اجماع تھا۔ البتہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کے تین ہونے کو نافذ کر دیا تھا۔ رہا یہ مسئلہ کہ اُن کا یہ فیصلہ اجماع کے خلاف ہے یا نہیں۔ اس میں اُن کی دو رائے ہیں ایک فریق کا دعوی ہے کہ انہوں نے اجماع کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا جب کہ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ وہ اجماع کی مخالفت کے مرتکب نہیں ہوئے۔

پہلی رائے:

شیخ مختار احمد ندوی غیر مقلد (ناظم جمعیت اہلِ حدیث بمبئی) لکھتے ہیں:

”عہدِ رسالت، عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کے ابتدائی دو برس تک ایک مجلس کی تین طلاق ایک مانی جاتی تھی۔ امت کا اس مسئلے پر اجماع تھا اور اس کے خلاف کوئی ایک فرد نہیں تھا۔ اختلاف کی ابتداء حضرت عمرؓ کے اُس فرمان کی وجہ سے ہوئی ہے جس میں آپ نے ایسی تین طلاقوں کو تین قرار دینے کا حکم نافذ فرمایا۔“

(مجموعہ مقالات دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق صفحہ ۹۰، ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

ندوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”عہدِ فاروقی کے ابتدائی دو برسوں کے پہلے تک یہ مسئلہ نزاع واختلاف سے دوچار نہیں ہوا۔ اُس وقت پوری امت ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک رجعی شمار کرتی تھی۔“

(مجموعہ مقالات دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق صفحہ، ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

ندوی صاحب کی مذکورہ عبارتوں میں تاثر دیا گیا کہ اجماع کے خلاف سب سے پہلا قدم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُٹھایا۔ اَب دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو۔

دوسری رائے:

خود ندوی صاحب ہی لکھتے ہیں:

”حضرت عمرؓ نے اجماعِ قدیم کی مخالفت ہرگز نہیں کی، بلکہ اُن کا حکم محض تہدید وتنبیہ اور تربیت وسیاست کی بناپر تھا تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ غیر شرعی طریقہ پر طلاق دینے کی سزا ہے۔“

(مجموعہ مقالات دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق صفحہ ۹۴، ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

(جاری)

طاہر گل دیوبندی (آخری قسط)

مقدمہ کتاب "مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

مناظرے کا پس منظر

۲۱ جولائی ۲۰۱۵ء کو ضلع صوابی کے ایک علاقے "هریان کلے" میں سیرت النبی ﷺ کے نام سے ایک پروگرام تھا۔ جس میں حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب حفظہ اللہ بھی مدعو تھے۔ چونکہ صوابی میں مماتیوں کی اکثریت تھی اسی لئے حضرت مفتی صاحب نے اس فتنہ پر بھی رد کیا۔ پروگرام کے بعد حضرت مفتی صاحب دیگر ساتھیوں کے ہمراہ ایک حجرہ میں بیٹھے تھے کہ دو مماتی حضرت کے پاس آئے۔ ایک کا نام فضل آمین اور دوسرے کا نام واحد شاہ تھا۔ ان میں سے ایک عالم تھا اور دوسرا سرکاری ملازم تھا۔ ان میں ایک نے مفتی صاحب سے کہا کہ میں سرکاری ملازم ہوں اب چھٹی پر گھر آیا ہوں۔ میں دو تین سالوں سے پنج پیریوں کے درس قرآن میں شریک ہوتا رہتا ہوں۔ لیکن ان تین سالوں میں میرا جو ذہن بن گیا تھا وہ آپ کے بیان سننے سے صاف ہو گیا اور میرے اشکالات ختم ہو گئے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ ان پنج پیریوں سے مناظرہ کریں اور ہم عوام ان کو سنیں تاکہ ہم راہ حق تک پہنچ جائیں۔ دوسرا جو عالم تھا اس نے کہا کہ میں خضر حیات کا شاگرد ہوں اگر ابھی مناظرہ کرنا ہے تو کریں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر مباحثہ کرنا ہے تو ابھی ہو سکتا ہے اور اگر مناظرہ کرنا ہے تو اس کیلئے کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مماتی مولوی نے کہا کہ تاریخ مقرر کریں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔

مماتی مولوی نے ایک تحریر پیش کی جس کا مضمون یہ تھا:

"محترم مفتی صاحب السلام علیکم! حیات النبی کے بارے میں کچھ احباب آپ کے چیلنج کو قبول کرتے ہیں اگر آپ ان کے ساتھ پُر امن مناظرہ کے لیے خواہش مند ہیں تو آپ سے گزارش ہے کہ ان کے ساتھ مناظرہ کریں تاکہ عوام کو حق اور باطل کا فرق واضح ہو جائے۔ والسلام"

مفتی صاحب نے انہیں کہا کہ میں نے چیلنج تو نہیں دی ہے لیکن چلیں میری طرف سے آپ میری بیان کو چیلنج سمجھیں۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے ایک کاغذ پر ان کو یہ جواب لکھ کر دیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم ان شاء اللہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔

۱: موضوع عقیدہ حیات النبیؐ ہو گا جیسا کہ (مماتیوں کے) تحریر میں لکھا ہے۔

۲: مناظرہ پشتو زبان میں ہو گا۔

۳: مناظرہ کی کل وقت تین گھنٹے ہو گا۔

۴: دعویٰ، جواب دعویٰ اور مناظرہ ایک مجلس میں ہو گا۔

۵: جائے مناظرہ میں جانبین کی صرف پانچ پانچ افراد کو حاضری کی اجازت ہو گی۔(دوران مناظرہ اس شرط میں جانبین کی اتفاق سے تبدیلی کر کے نو، نو افراد کو شرکت کی اجازت دی گئی)

۶: فریقین سے مناظر جو بھی ہو اس پر اعتراض کا حق کسی کو نہیں ہو گا لیکن وہ مناظرین اپنی اپنی جماعت کے نمائندے شمار ہوں گے۔

۷: جگہ اور تاریخ کی تعین نمائندہ حضرات کریں گے۔ہماری طرف سے مفتی شاکر رحمان صاحب اور مولانا عمر رحمان صاحب نمائندے ہوں گے۔

۸: ثالث ویڈیو ہو گا۔

العبد الفقیر محمد ندیم محمودی خاک پائے دیوبند یکے از نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند"

اس کے بعد فریقین میں سے دو، دو نمائندہ حضرات نے مجلس کی جس میں مندرجہ ذیل تحریر پر اتفاق کر کے دستخط کیے گئے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المرقوم ۲۳ جولائی ۲۰۱۵ء

۱: مفتی محمد ندیم محمودی صاحب کی تحریر کردہ شرائط پر فریقین کا اتفاق ہوا۔

۲: جانبین کی طرف سے صرف پانچ، پانچ آدمی مع دو ساتھی علاقے والے مع دو ساتھی کیمرہ مین کی اجازت ہو گی۔اس کے علاوہ کسی اور کو جائے مناظرہ میں آنے کی اجازت نہ ہو گی۔

۳: حفاظت کی جملہ ذمہ داری حافظ واحد شاہ صاحب ولد یوسف شاہ صاحب مرحوم کی ہو گی۔

۴: جائے مناظرہ حجرہ عارف خان ہے۔

۵: یکم اگست بمطابق ۱۵ شوال بروز ہفتہ بوقت دس بجے صبح مناظرہ ہو گا۔

۶: جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کی طرف سے مناظر مولانا واحد الرحمٰن صاحب ہوں گے۔

جبکہ اہل السنت والجماعت دیوبند کی طرف سے مناظر مفتی محمد ندیم محمودی صاحب ہوں گے۔

محمد شاکر الرحمٰن صاحب (دستخط) میر امان اللہ خود (دستخط)

مولانا وہاب علی صاحب (دستخط) فضل امین صاحب (دستخط)

۱۴ شوال کو حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے اپنے تین چار شاگردوں کو جائے مناظرہ بھیجا جبکہ مفتی صاحب اکیلے چلے گئے اور رات وہاں بھائی عزیز اللہ صاحب کی جگہ میں گزاری۔ صبح نماز کے بعد حضرت مفتی صاحب جائے مناظرہ روانہ ہوئے اور آٹھ بجے جائے مناظرہ پہنچ گئے جہاں مولانا شاکر اللہ صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کا انتظار کر رہے تھے۔ مماتی مناظرین بھی ۱۰ بجے سے پہلے پہلے پہنچ گئے۔ دس بجے مناظرین آمنے سامنے ہوگئے اور مناظرہ شروع ہوا۔

مناظرین سے پہلے فریقین کے صدر حضرات نے مختصر گفتگو کی جس میں شرائط کی پابندی اور موضوع سے خروج نہ کرنے پر زور دیا۔

مناظرہ میں مدعی چونکہ حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ تھے۔ اسی لئے حضرت مفتی صاحب نے پہلی ٹرن میں اپنا دعویٰ پیش کیا اور مماتی مناظر سے بھی مطالبہ کیا کہ آپ بھی اپنی ٹرن میں اپنا عقیدہ پیش کریں۔ لیکن مماتی مناظر صاحب نے اپنا عقیدہ اور جواب دعویٰ پیش کرنے سے صاف انکار کر دیا اور مفتی صاحب کو بار یہی بات کر رہے تھے کہ آپ نے دعویٰ صحیح نہیں لکھا ہے آپ کے بڑوں نے عام اموات کے لیے حیات کا عقیدہ لکھا ہے آپ نے کیوں صرف حیات النبیؐ کا عقیدہ لکھا ہے۔ لہذا ہم جواب دعویٰ سے پہلے آپ کے دعویٰ پر تنقیحات کریں گے اس بعد اپنا جواب دعویٰ لکھیں گے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ شوق سے تنقیحات کریں لیکن جو موضوع آپ کے ساتھیوں نے مقرر کیا تھا اسی موضوع پر میں نے دعویٰ لکھا ہے آپ اس پر تنقیحات کریں میں ان شاء اللہ جواب دوں گا لیکن آپ اپنا عقیدہ بھی تو پیش کریں۔ کیونکہ اگر آپ ہمارے کو صحیح مانتے ہیں تو پھر تو یقیناً مناظرہ کی ضرورت نہیں ہے بس اسی پر دستخط کریں اور اگر آپ ہمارے عقیدے کو غلط کہتے ہیں تو جو صحیح عقیدہ وہ لکھ کر دیجئے۔ لیکن مماتی مناظر نے تو گویا قسم کھائی تھی کہ نہ جواب دعویٰ پیش کروں گا اور نہ اپنا عقیدہ۔ اس کے علاوہ مماتی مماتی مناظر نے صرف تنقیح تنقیح کا رٹ لگائے رکھا تھا۔

مماتی مناظر کے تنقیحات پر ایک نظر

مماتی مناظر اور ان کے صدر کا شکوہ تھا کہ ہمارے تنقیحات کے جوابات نہیں دیئے جارہے۔ تو آیئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ مماتی مناظر نے کیا کیا تنقیحات کیے اور مفتی صاحب نے اپنے تقاریر میں ان کے کیا جوابات دیئے۔

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے تنقیح کی کہ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ مناظرہ کے تین اجزاء ہیں۔ پہلی نشست میں مبادیات ہوتے ہیں اور دوسری نشست میں اوساط مناظرہ اور اس کے بعد دلائل ہوں گے۔

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ آپ کے ساتھیوں نے میرے ساتھ شرائط پر دستخط کیے اور شرائط میں صاف لکھا ہے کہ دعویٰ، جواب دعویٰ اور دلائل کا ایک ہی مجلس ہوگا۔ دوسری یہ کہ آپ کے شیخ القرآن مولانا محمد طاہر صاحب کے مناظرے ہوئے ہیں آپ ثابت کریں کہ انہوں نے مبادیات کا الگ نشست کیا ہو اور مناظرہ دوسری نشست میں کیا ہو کیا آپ کے بڑے کو "رشیدیہ" سمجھ نہیں آرہا تھا؟

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے یہ تنقیح کی کہ آپ کے بڑوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کا نہیں بلکہ عام اموات کی حیات کا ہے۔

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ کے ساتھیوں نے میرے ساتھ موضوع حیات النبی ﷺ لکھا ہے لہذا مناظرہ اسی پر ہوگا۔

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے تنقیح کی کہ آپ کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ کو قبر میں حیات حاصل ہے لیکن آپ اپنا اصل عقیدہ چھپا رہے ہیں۔

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہمارا موضوع یہ نہیں ہے لیکن اتنا آپ کو بتاتا ہوں کہ جو شخص بھی ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور دیگر کفار کے مطلق حیات کا منکر ہے وہ کافر ہیں۔

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے تنقیح کی کہ آپ نے دعویٰ میں صرف برزخ لکھا ہے کہ برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ حیات ہیں جبکہ آپ کے بڑے مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے قبر اور برزخ دونوں لکھا ہے لہذا آپ کا دعویٰ صفدر صاحب کی کتابوں کے ساتھ برابر نہیں ہے۔

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے قبر نہیں لکھا تو جسد عنصری تو لکھا ہے نا۔ جسد

عنصری کہاں ہوتا ہے؟ کیا وہ قبر میں نہیں ہوتا ہے؟

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے اعتراض کیا کہ "رحمت کائنات" کتاب میں لکھا ہے کہ مردہ قبر سے اٹھ کر گھر آگیا اور ایک سال زندہ رہا اس کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا۔ لہذا آپ کا صحیح عقیدہ یہ ہے کہ مردے گھروں میں آتے ہیں لیکن یہاں آپ اس عقیدہ کو چھپا رہے ہیں۔

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ عام قانون یہی ہے کہ مردے وفات کے بعد عادتاً دنیا میں نہیں آتے لیکن اگر خرقِ عادت ایسا ہو جائے تو اس کا ہم انکار نہیں کرتے چنانچہ اصحاب کہف کا دوبارا دنیا میں آنا اور اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کا دوبارا زندہ ہو کر دنیا میں آنا قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے اعتراض کیا کہ "رحمت کائنات" میں لکھا ہے "انبیاء علیہم السلام نہیں مرتے"

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ انہوں موت کا ایک معنی بیان کی ہے اور یہی معنی آپ کے نیلوی صاحب نے بھی نداء حق جلد اول صفحہ ۵۹ میں بیان کیا ہے:

"ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کو موت کہتے ہیں"

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے تنقیح کی کہ آپ صرف حیات النبیؐ کے قائل ہیں یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے حیات کے بھی قائل ہیں؟

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ ہم تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حیات کے قائل ہیں لیکن یہاں ہماری موضوع صرف حیات النبیؐ ہے۔

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے تنقیح کی کہ آپ جو حیات مانتے ہیں یہ تعلق روح کے ساتھ مانتے ہیں یا اعادہ روح کے ساتھ مانتے ہیں۔ جو تعلق کے ساتھ حیات مانتے ہیں ان کا حکم کیا ہے اور جو اعادہ روح کے ساتھ حیات مانتے ہیں ان کا حکم کیا ہے؟

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارا دعویٰ اور عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ آپ اگر تعلق روح کے ساتھ حیات مانتے ہیں تو بھی ٹھیک ہے اور اگر اعادہ روح کے ساتھ حیات مانتے ہیں تو بھی ٹھیک ہے۔ یہ عقیدے کا اختلاف نہیں ہے کیفیت کا اختلاف ہے۔ آپ "حیات" کی تعریف کریں بات ان شاء اللہ واضح ہو جائے گی۔

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے تنقیح کی کہ آپ کا دعویٰ اور حیات النبی ﷺ کا ہے اور دلیل موسیٰ علیہ السلام کی حیات کا پیش کر رہے ہیں۔

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ آپ نے یہ اصولی قانون عصمت انبیاء کے بحث میں سنا ہوگا کہ ایک نبی کیلئے جو صفت ثابت ہو جائے تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے وہ صفت ماننا ضروری ہے کیونکہ صفت نبوت میں سب برابر ہیں۔

مماتی تنقیح: مماتی مناظر نے اعتراض کیا کہ آپ حیات دنیوی کے قائل ہیں۔

محمودی جواب: حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک حیات دنیوی کا مطلب فقط یہی ہے کہ دنیا والے جسد اطہر کو حیات حاصل ہے۔ اور اس پر امام اہل سنت ؒ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے۔

یہ تھے مماتی مناظر کے تنقیحات جن کے جوابات حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے اپنے تقاریر میں دیئے تھے لیکن مماتی مناظر چونکہ تیاری کر کے نہیں آئے تھے (اور یہ بات مماتی مناظر نے خود کی کہ ہم نے آپ کے لیے تیاری نہیں کی ہے) اسی لئے وہ مفتی صاحب کی تقریر سننے کی بجائے تیاری میں لگا رہتا اور بعد میں کہتا کہ آپ نے تنقیحات کا جواب نہیں دیا۔ حتیٰ کہ ان کے صدر مناظر جناب مفتی مجتبیٰ صاحب بھی دوران مناظرہ سوچوں میں گم تھے (ساتھی مناظرہ کی ویڈیو میں دیکھ سکتے ہیں) اور جب بیدار ہو گئے تو کہا کہ ہمارے مناظر جو سوالات کرتے ہیں مفتی صاحب اس کے جواب نہیں دے رہے فیاللعجب۔

مماتی مناظر کا عجیب وغریب دعویٰ اور اس کے دلائل پر ایک نظر

دو گھنٹوں تک حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب اپنے دعویٰ اور عقیدہ پر دلائل دے رہے تھے۔ اس دوران مماتی اپنی تقریر میں صرف تنقیح تنقیح کا رٹ لگائے رہا۔ بالآخر جب اسے احساس ہوا کہ میرے اپنے عوام بھی اس پر مطمئن نہیں ہوں گے۔ تو اصل موضوع سے ہٹ کر اتفاقی بات (موت) سے متعلق دعویٰ پیش کیا کہ

"انبیاء کرام علیہم السلام کو موت آئی ہے۔"

اور پھر اس پر دلائل دینے شروع کیے اور جو دلائل دیئے قارئین پڑھ کر انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔ وہی دلائل جو اہل السنت والجماعت ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حیات بعد الوفات پر پیش کرتے آرہے ہیں مماتی مناظر

انہیں وفات الانبیاء علیہم السلام پر پیش کرنے لگا اور ان سے قبر میں جسد اطہر کے حیات کا انکار ثابت کرنے لگا۔

مماتی مناظر کی پہلی دلیل: مماتی مناظر نے قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کے حیات کی نفی پر پہلی آیت یہ پیش کی۔

"﴿ولاتقول لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیاء ولاکن لا تشعرون﴾ اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔"

مماتی مناظر نے اس آیت سے قبر میں انبیاء علیہم السلام کی عدم حیات پر استدلال کیا حالانکہ یہی آیت حضرت مفتی صاحب نے حیات فی القبر کے لئے پیش کیا تھا اور باقاعدہ تفاسیر کا حوالہ دیا تھا (جس میں ایک حوالہ قاضی شمس الدین صاحب کا بھی تھا جو مماتی حضرات کے گھر کا حوالہ تھا) کہ اس آیت سے حیات کا ثبوت ہوتا ہے اور آیت کریمہ کے الفاظ ﴿لمن یقتل﴾ جو "قتل ہو جائے" جسمانی حیات پر دال ہیں۔

اپنی تائید کیلئے مماتی مناظر نے بیضاوی اور اس کے حاشیہ شیخ زادہ حنفی کو پیش کیا۔ اور ان حضرات کے ان الفاظ سے استدلال کیا۔ ﴿وهو تنبیه علی ان حیاتهم لیست بهذا الجسد ۔بیضاوی﴾ اور شیخ زادہ حنفی کے حوالے سے دعویٰ کیا کہ یہ حیات جسمانی نہیں ہے۔ اور صحابہ، تابعین اور اصحاب الحدیث کا بھی یہی مذہب ہے۔

الجواب: سب سے پہلے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ قرآن مجید نے خود ﴿لمن یقتل﴾ یعنی "جو قتل ہو جائے" کو ﴿احیاء﴾ یعنی زندہ کہا ہے اور قتل روح نہیں ہوتی اور نہ جسم مثالی قتل ہوتی ہے بلکہ یہی جسم عنصری قتل ہوتا ہے لہذا حیات بھی جسم عنصری کو حاصل ہو گی اور ﴿ولاکن لا تشعرون﴾ کی وجہ سے اہل دنیا اس کے ادراک سے عاجز ہیں۔ تو اب اس کے خلاف کسی کا بھی قول آجائے کہ وہ مقتول فی سبیل اللہ زندہ نہیں ہیں تو اس کی مناسبت تاویل اگر ممکن ہو تو کریں گے ورنہ رد کریں گے۔ علامہ آلوسی بغدادی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"﴿اختلف فی هذه الحیاة فذهب کثیر من السلف الی انها حقیقة بالروح والجسد ولکنا لا ندرکها فی هذه النشأة﴾ اس حیات میں اختلاف ہے پس زیادہ سلف کا مذہب یہ ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے جو روح اور جسد دونوں کو حاصل ہے لیکن ہم (عالم برزخ کی) اس حیات کا ادراک نہیں کرسکتے۔

(روح المعانی جلد ا صفحہ ۴۱۸ بحوالہ تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ شہداء کی حیات جسمانی ہے۔ اسی لئے کہ موت اور قتل کا تعلق جسم سے ہے اور یہی ظاہر آیت کا مفہوم ہے۔“

رہی بات بیضاوی اور شیخ زادہ حنفی رحمہما اللہ کی عبارات کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی عبارات سے جسم کے لیے مطلق حیات کے انکار پر سند پکڑنا زیادتی ہے کیونکہ ان عبارات میں جسم کی جس حیات کی نفی ہے وہ مطلق حیات کی نہیں بلکہ حیات محسوس کی نفی ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاویؒ اور اس پر شیخ زادہ حنفیؒ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں:

”قال البیضاوی (بل احیاء ولاکن لا تشعرون ما حالھم وھو تنبیه علی ان حیاتھم لیست بھذا الجسد ولا من جنس ما یحس به من الحیوانات وانما ھی امر لا یدرک بالعقل بل بالوحی)

(جلد اول صفحہ ۱۱۴)

”ترجمہ:۔ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں (بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کے حال کا تمہیں شعور نہیں، اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ شہداء کے جسد میں (محسوس) حیات نہیں اور نہ حیات کی اس جنس سے ہے جو جانداروں میں محسوس کی جاتی ہے اور شہداء کی یہ حیات ایسی چیز ہے جس کا عقل کے ساتھ ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ وحی کے ساتھ ادراک ہوتا ہے)“

بیضاوی کے محشی شیخ زادہ حنفی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ان قوله تعالیٰ ﴿بل احیاء ولاکن لا تشعرون﴾فیه تنبیه علی ان حیاتھم لیست بمعنی القوۃ التی تکون مبدأ للحس والحرکة الارادیة --- وقد یطلق الحیاۃ مجازاً علی القوۃ التی ھی مبدأ النمو والتعذیة کما فی قوله تعالیٰ ---- والحیاۃ بالمعنی الثانی ما یحس اثرھا فی الاجسام النامیة حیوانا کانت او نباتا والحیاۃ بالمعنی الاول لا یحس اثرھا آلا فی الحیوانات ---- والشھداء لیست لھم حیاۃ بالمعنیین

الاولین بدلالة انا لا نحس منهم ما يترتب عليها كما قال تعالىٰ ﴿ولاكن لا تشعرون﴾ بل المراد بحياتهم امر لا يدرك بالعقل بل بالوحی"(جلد ۲ صفحہ ۳۹۱,۹۲)

خلاصہ یہ ہے کہ محسوس حیات کے دو معنی ہیں۔

۱: پہلا معنی حقیقی ہے یعنی وہ قوت جو حس اور حرکت ارادیہ کا سبب بنتی ہے اور حس و حرکتِ ارادیہ کا تقاضا کرتی ہے۔

۲: دوسرا معنی مجازی ہے یعنی وہ قوت جو نشو و نما اور غذا کا سبب بنتی ہے۔

حیات کے دوسرے معنی کے اثرات یعنی نشو و نما اور تغذیہ تمام اجسامِ نامیہ کے ظاہر پر محسوس ہوتے ہیں خواہ حیوان ہو یا نباتات، اور حیات کے پہلے معنی کے اثرات فقط حیوانات کے ظاہر پر محسوس ہوتے ہیں۔ اور شہداء کے اجساد عنصریہ میں ان دونوں معنوں کے اعتبار سے حیات نہیں، کیونکہ حیات کی ان دونوں قسموں پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں یعنی نشو و نما، تغذیہ اور حس و حرکتِ ارادیہ، شہداء کے اجساد عنصریہ میں محسوس نہیں ہوتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ولاكن لا تشعرون﴾اسی لئے شہداء کے اجساد عنصریہ میں ایسی حیات ہے جس کا وحی کے ساتھ ادراک ہو سکتا ہے عقل کے ساتھ اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ حیات معنوی اور روحانی ہے (یعنی اصالتاً روح کے لیے، تبعاً جسد عنصری کے لئے ہے اور وہ بھی مخفی ہے)۔

(تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جلد دوم صفحہ ۲۷۹،۲۸۰)

خود قاضی بیضاویؒ نے اپنی تائید میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ

"وعن الحسن (ان الشهداء احياء عند ربهم تعرض ارزاقهم على ارواحهم فيصل اليهم الروح والفرح كما تعرض النار على ارواح آل فرعون غدوا وعشيا فيصل اليهم الألم والوجع)"

"اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں ان کی

روحوں پر ان کے رزق پیش کیے جاتے ہیں پس ان کے جسموں کی طرف بھی راحت و فرحت پہنچتی ہے، جیساکہ آگ صبح و شام آل فرعون کی روحوں پر پیش کی جاتی ہے پس ان کے جسموں کو بھی تکلیف اور درد پہنچتا ہے۔"

(تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جلد ۲ صفحہ ۱۰۱)

قاضی بیضاویؒ کے اس استدلال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جسد عنصری میں مطلق حیات کے منکر نہیں ہیں۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

"تفسیر بیضاوی کی اس عبارت کا وہ مطلب نہیں جو بظاہر سمجھا جارہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جسد عنصری میں حیات محسوسہ نہیں بلکہ مخفی حیات ہے جس کا ظاہری حواس کے ساتھ شعور نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ ﴿ولاکن لا تشعرون﴾ پر بطور تفریع کے ایک فائدہ اخذ کر رہے ہیں اور وہ ﴿ولاکن لا تشعرون﴾ اور وہ حیات محسوسہ اور شعوری حیات کی نفی ہے، لہٰذا مفسر بیضاویؒ نے جسد عنصری سے جس حیات کی نفی کی ہے وہ وہی حیات ہے جس کی ﴿ولاکن لا تشعرون﴾ سے نفی سمجھیں جاتی ہے، علامہ سیوطیؒ اسی کی وضاحت اپنے انداز میں یوں فرماتے ہیں) راجح یہ ہے کہ ان حیات جسد میں ہے اور زندہ آدمی کا عدم شعور عدم حیات کی دلیل نہیں جیساکہ میں نے کتاب البرزخ میں دلائل کے ساتھ اس کی وضاحت کی ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ روح کی حیات تمام اموات کے لیے بالاجماع ثابت ہے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ہوں پس اگر شہید کی حیات جسم میں نہ ہو بلکہ فقط روح میں ہو تو شہید اور غیر شہید برابر ہوئے اور شہید کا کوئی امتیاز نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ولاکن لا تشعرون﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اجساد کے ظاہر میں حیات کا شعور نہیں ہوتا۔"

(تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جلد ۲ صفحہ ۲۴۸،۲۴۹)

مماتی مناظر کے بقول صحابہ کرام جسد عنصری کے حیات کے منکر ہیں جبکہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں حضرات

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی اعتقاد ہے“

(اشرف الجواب صفحہ ۲۵۲)

مماتی مناظر کی دوسری دلیل: مماتی مناظر نے قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کے حیات کی نفی پر دوسری دلیل اور آیت یہ پیش کی۔

﴿ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون﴾ اور گمان مت کرو ان لوگوں کے بارے میں جو قتل ہو جائیں اللہ کے راستے میں مُردوں کا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔“

پھر اس کے تفسیر میں مسلم شریف کی حدیث نقل کی کہ مسبوق فرماتے ہیں کہ:

﴿سألنا عبدالله عن هذه الآية ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون۔فقال،ارواحهم فی جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حيث شائت ثم تأوی الی تلک القناديل فاطلع اليهم ربهم اطلاعة فقال هل تشتهون شيئا قالو ای شيئ نشتهی ونحن نسرح من الجنة حيث شئنا ففعل بهم ثلاث مرات فلما رأو انهم لن يتركوا من أن يسئلوا قالو يارب نريد ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبيلک مرة اخری﴾

اس کے بعد اپنا استدلال یہ بیان کیا کہ چونکہ قنادیل قبر میں نہیں ہوتے لہذا ثابت ہوا کہ جسد عنصری میں حیات نہیں ہوتا بلکہ حیات کا تعلق روح کے ساتھ ہے یعنی روح زندہ ہے۔

الجواب: ہمیشہ سے علماء اہل السنت والجماعت اس آیت سے بعبارۃ النص شہداء کی حیات ثابت کرتے آئے ہیں اور بدلالۃ النص اس سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ثابت کی ہے۔ لیکن مماتی مناظر نے ﴿قتلوا فی سبيل الله﴾ سے (جس سے جسمانی زندگی ثابت ہوتی ہے) آنکھیں بند کر کے اس آیت کو قبر میں جسمانی حیات کی نفی کے لیے پیش کیا۔ اور اپنی تائید میں مسلم کی روایت پیش کی۔ اور جب مفتی صاحب نے جواب میں فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نے کہا کہ ارواح کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے جسموں کی طرف لوٹا دے۔ ارواح نہیں کہتے ہیں

مولوی صاحب، حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

"﴿یا رب نرید ان ترد ارواحنا﴾ اے رب ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمارے ارواح کو لوٹا دے۔"

اگر ارواح یہ بات کہتے تو "ہمارے ارواح" کے الفاظ نہ ہوتے بلکہ یہ الفاظ ہوتے کہ "ہمیں لوٹا دے" آگے الفاظ اس طرح ہیں:

"﴿حتی نقتل فی سبیلک مرة اخری﴾ حتی کہ ہم دوبارا تیری راہ میں قتل ہو جائیں"

مولوی صاحب! قتل جسم ہوتا ہے یا روح قتل ہوتا ہے؟ تو مماتی مناظر نے جواب دیا کہ اگر روح پہلے سے ہی جسم میں موجود ہے تو دوبارا جسم میں لوٹانے کی تمنا کیوں کرتی ہے لہذا روح کا جسم میں لوٹانے کی تمنا کرنا اس کی دلیل ہے کہ جسم میں حیات نہیں ہے۔ لیکن یہ مماتی مناظر کی خام خیالی ہے بلکہ یہ تمنا روح اور جسم دونوں کا مجموعہ کرتی ہے کہ ہمیں دوبارا دنیا میں بھیج دیں تاکہ دوبارا تیری راہ میں قتل ہو جائیں۔ چنانچہ ان کی یہ تمنا آخرت میں جنت میں جانے کے بعد بھی ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے:

"عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ما من نفس تموت لها عند الله خیر سیریها انها ترجع الی الدنیا ولا ان لها الدنیا وما فیها الا الشهید یتمنی ان یرجع فیقتل فی الدنیا لما یری من فضل الشهادة"

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ بحوالہ عقیدہ حیات النبیؐ تصنیف مولانا فصیح اللہ صاحب)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس جو خیر مقرر ہے وہ اسے دیکھ کر یہ خواہش نہیں کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف دوبارا لوٹے اور نہ خواہش کرے گا کہ اس کو دنیا اور اس کا مال و متاع مل جائے ، سوائے شہید کے، کہ وہ آخرت میں شہادت کا بدلہ دیکھ کر تمنا کرے گا کہ دنیا کی طرف لوٹ جائے اور وہاں دوبارا اسے شہید کر دیا جائے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں شہداء جس حیات کا مطالبہ یا تمنا کر رہے ہیں وہ حیات تکلیفی یعنی دنیوی ظاہری

حیات ہے لہذا اس سے برزخی جسمانی زندگی کی نفی نہیں ہوتی۔
پھر مماتی مناظر نے ایک حدیث پیش کی:

”﴿قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نسمة المؤمن طائر يعلق في شجرة الجنة حتى يرجعه الله الى جسده يوم القيامة﴾مومن کی روح ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق رہے گی، یہاں تک قیامت کے دن اسے اپنی جسد میں لوٹائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جسد میں حیات نہیں ہے۔

الجواب: پتہ نہیں اس حدیث کے کون سے لفظ سے مماتی مناظر کو یہ معلوم ہوا کہ قبر میں جسد عنصری کے اندر برزخی حیات نہیں۔ کیا مماتی حضرات کسی ایک محدث کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث سے قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کی نفی پر استدلال کیا ہو؟

مماتی مناظر کی دلیل نمبر ۳: مماتی مناظر نے قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کے حیات کی نفی پر دوسری دلیل اور آیت یہ پیش کی۔

﴿اموات غير احياء وما يشعرون ايان يبعثون﴾وہ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں اور انہیں اس بات کا کوئی پتہ نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

اس کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تفسیر عثمانی کی عبارت پیش کی:

”یعنی جن چیزوں کو خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مردے اور بے جان ہیں۔ خواہ دواماً مثلاً بت یا فی الحال مثلاً بزرگ جو مر چکے ہیں۔“

پھر مفتی محمد ندیم محمودی صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ انبیاء علیہم السلام بزرگ ہیں یا نہیں؟ اور چونکہ انبیاء علیہم السلام بزرگ ہیں لہذا ثابت ہوا کہ مردے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

الجواب: پہلی بات یہ ہے کہ یہ آیت بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ مفسرین کے نزدیک یہاں مراد بت ہیں چنانچہ بعض مفسرین کے حوالے حضرت مفتی صاحب نے مناظرہ میں پیش کیے مزید تفصیلی حوالہ جات کے لیے تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء مصنفہ حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر صاحب مدظلہ العالی کا مطالعہ فرمائیں۔ البتہ

بعض نے انبیاء کو بھی داخل کیا ہے لیکن انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو بھی شامل کیا ہے تو کیا مماتیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے بھی مردے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے اس استدلال کے جواب میں فرمایا:

”مولوی صاحب یہ میرے پاس تفسیر جلالین ہے۔ یہ لکھتے ہیں:

”﴿اموات ای اصنام﴾ اموات یعنی بت۔“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے مخلوقات میں بدترین لوگ وہی ہیں جو مشرکین کے بارے نازل آیتیں مومنوں پر فٹ کرتے ہیں۔ لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو معلوم نہیں تھا کہ ایک مناظر ایسا بھی آئے گا جو بتوں کے بارے میں نازل آیتیں انبیاء علیہم السلام پر فٹ کرے گا۔ یہ میرے پاس تفسیر قرطبی ہے یہ بھی کہتے ہیں ﴿اصنام﴾ یعنی بت مراد ہیں۔ تفسیر مدارک میں بھی لکھا ہے کہ اس آیت میں بت مراد ہیں۔

مولوی صاحب اگر اس آیت سے انبیاء بھی مراد لیں پھر بھی اس سے دنیا کی وفات مراد ہو گا۔ آپ اس آیت میں قبر کی زندگی کا انکار دکھا دے میں آپ کو شکست لکھ کر دیتا ہوں۔ میں نے تو آپ کو کہا تھا کہ دنیا میں وفات پا چکے ہیں اور قبر میں زندہ ہیں۔ مولوی صاحب آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ نبی علیہ السلام قبر میں مردہ ہیں۔ برزخ اور علیین میں جسد مثالی کے ساتھ حیات ہیں۔ مولوی صاحب دلیل اس پر پیش کریں۔ ﴿اموات غیر احیاء﴾ میں قبر کی حیات کی نفی نہیں ہے۔“

الغرض آیت کا مطلب صرف یہی ہے کہ جس پر موت طاری ہوتی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی بت خدا ہو سکتے ہیں کیونکہ ان میں کبھی روح آئی ہی نہیں وہ بھی مردہ ہیں۔

”رحمت کائنات“ کا حوالہ: مماتی مناظر نے رحمت کائنات سے عبارت پیش کی:

”الجاحد بالوجود المثالی لیس من اھل السنة بل فیه شوب من الاعتزال“

پھر اس کے ساتھ ہی امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب المسلک المنصور سے حوالہ پیش کیا کہ

”اجساد مثالیہ: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اجساد مثالی کا ہمیں انکار نہیں“

اس کے بعد مماتی مناظر نے کہا کہ ہماری بحث جسم مثالی نہیں ہے۔

الجواب: پوری مناظرہ میں مماتی مناظر کی یہی حالت تھی ادھر ادھر کی باتیں کر کے اپنا وقت پورا کرتے۔ ایک ایک بات کئی کئی بار دہراتے۔ اب یہاں آپ دیکھیں جسم مثالی کے منکر پر رد پیش کیا اور ہماری وکالت کرتے ہوئے خود ہی جواب دیا کہ امام اہل سنت نے کہا ہے کہ ہم جسم مثالی کے منکر نہیں۔ پھر خود ہی کہا کہ ہماری موضوع جسم مثالی نہیں ہے۔ تو جناب پھر رحمت کائنات سے حوالہ نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

واضح رہے رحمت کائنات والا صوفیاء کرام کی تجویز کردہ جسم مثالی کی بات کر رہے ہیں مماتی حضرات کے تجویز کردہ جسم مثالی کی بات وہ نہیں کر رہے۔ اور صوفیاء کرام جسم مثالی کو جسد عنصری کا عکس اور سایہ مانتے ہیں جبکہ مماتی حضرات کے نزدیک جسم مثالی ایک خاص مٹیریل یعنی مشک و کافور سے بنا ہوا مستقل جسم مانتے ہیں۔ پھر صوفیاء کرام جسد عنصری کے ساتھ باقاعدہ روح کے تعلق کے قائل ہیں جبکہ مماتی حضرات اس کے منکر ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مماتی مناظر نے جب رحمت کائنات کا حوالہ پیش کیا تو حضرت مفتی صاحب نے ان سے کتاب کا مطالبہ کیا لیکن مماتی مناظر نے کتاب دینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ مناظرے کا اصول ہے کہ مخاطب مناظر اگر کتاب کا مطالبہ کریں تو کتاب دینا ہو گا۔

مولانا عبد الحی عارفی صاحبؒ کی کتاب ”احکام میت“ کا حوالہ: مماتی مناظر نے اپنی تائید میں مولانا عبد الحی عارفی صاحب کی کتاب ”احکام میت“ کا حوالہ پیش کیا کہ:

”بعض علماء نے فرمایا کہ ان کی صورت عالم برزخ میں سبز چڑیوں کے مثل خوش نما بنا دی جاتی ہے جس طرح فرشتے کبھی انسان کی صورت بن جاتی ہیں۔“

الجواب: یہاں بھی حضرت مفتی صاحب نے مماتی مناظر سے کتاب کا مطالبہ کیا لیکن مماتی مناظر نے کتاب دینے سے انکار کر دیا۔ مماتی مناظر نے جو عبارت پیش کی اس سے پہلے اسی صفحہ پر لکھا ہے:

”سبز چڑیوں میں رہنے کی معنی بعض علماء نے یہ بیان کیے ہیں کہ سبز چڑیوں پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے سیر کریں گی،“

(صفحہ ۲۶۷)

مزید اسی کتاب ''احکام میت'' میں لکھا ہے:

''موت کے سبب سے اگرچہ روح بدن کو چھوڑ دیتی ہے لیکن روح کا اور بدن میں بالکل جدائی نہیں ہوتی، بلکہ بدن کے ساتھ روح کو ایک قسم کا تعلق اور واسطہ باقی رہتا ہے۔۔۔اس تعلق کی وجہ سے قبر کی زیارت مسنون ہوئی، زیارت کرنے والوں کا سلام روح سنتی ہے، اور جواب دیتی ہے، یہ تعلق قیامت تک باقی رہتا ہے۔''

(صفحہ ۲۶۴)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اور جاننا چاہئے کہ موت کے بعد جہاں ارواح رہتی ہیں اس جگہ کو سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا کوئی نہیں جانتا، نہ بیان کر سکتا ہے۔''

(صفحہ ۲۶۵)

الغرض مماتی مناظر نے اپنے عقیدے پر ایک بھی صریح دلیل یا حوالہ پیش نہیں کیا جس میں تصریح ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں مردہ ہیں (العیاذ باللہ) اور اعلیٰ علیین میں جسم مثالی (جو مشک و کافور سے بنا ہے) کے ساتھ زندہ ہیں۔

بہر حال جب مماتی مناظر کی بے بسی حد تک پہنچ گئی تو مفتی مجتبیٰ صاحب جائے مناظرہ کے مالک جناب عارف خان صاحب کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور انہیں کہا کہ یہ بھی دنیوی موت کے قائل ہیں ہم بھی، یہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں اور ہم بھی، یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حیات دنیوی ظاہری نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں تو پھر اختلاف کیا ہے؟ حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ شکر ہے اِنہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ ہم موت کے منکر نہیں ہیں جبکہ ابھی تک مماتی حضرات ہم پر الزام لگاتے تھے کہ یہ موت کے منکر ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر آپ حیات کے قائل تھے تو تین گھنٹے مناظرہ کیوں کیا اور ﴿اموات غیر احیاء﴾ وغیرہ آیات قبر کی حیات کے خلاف کیوں پیش کر رہے تھے۔ پھر مفتی مجتبیٰ صاحب نے کہا کہ کفایت المفتی کی اس عبارت کو لکھ کر سب اس پر دستخط کرتے ہیں:

''انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں

بلکہ برزخی ہے۔اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔اوت اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔دنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اموات میں داخل ہیں۔انک میت وانھم میتون اس کی صریح دلیل ہے"

(کفایت المفتی جلد اصفحہ ۸۰)

حضرت مفتی صاحب نے جواباً فرمایا کہ یہاں برزخ کا لفظ ہے ہو سکتا ہے آپ ان کا کوئی اور مطلب نکالیں میں کوئی اور،تو ایسا کرتے ہیں کہ اسی کفایت المفتی کی ایک اور عبارت ہے جس سے برزخی حیات کی تشریح ہوتی ہے لہذا وہ بھی لکھتے ہیں اور دونوں پر دستخط کرتے ہیں وہ عبارت یہ ہے:

"ہاں اس خیال سے نداء کرنا (یارسول اللہ کہنا۔ناقل) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے۔اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے اول یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے (کہ بدن سے تعلق ہی نہ رہے یا تعلق کمزور ہو جائے) اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ کہ مؤجب تعظیم۔"

جائے مناظرہ کے مالک جناب عارف خان صاحب نے کہا کہ دونوں عبارتیں لکھیں۔اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب اور مفتی مجتبیٰ عامر صاحب دونوں ایک ساتھ بیٹھ گئے اور اتفاقی طور پر کفایت المفتی کی عبارات کا قدر مشترک عبارت لکھا جو درجہ ذیل ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱:نبی علیہ السلام کی دنیوی زندگی ختم ہو چکی ہے اور دنیوی وفات کا منکر کافر ہے۔

۲:نبی علیہ السلام برزخی حیات کے ساتھ اپنی قبر مبارک میں جسد عنصری کے ساتھ روح کے تعلق سے زندہ ہیں۔

۳:لیکن قبر کی یہ حیات ایسا نہیں ہے جس طرح انسان کو دنیا میں دنیوی ظاہری حیات حاصل ہوتی ہے۔

حکم: اس عقیدے کا منکر گمراہ اور اعتقادی بدعتی ہے۔"

یہ عبارت اتفاقی طور پر تحریر کی گئی اور اس پر درجہ ذیل حضرات نے دستخط کیے:

علمائے نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب

حضرت مولانا مفتی طیب الرحمٰن حقانی صاحب

حضرت مولانا مفتی اکبر علی حقانی صاحب

حضرت مولانا مفتی فیض الحسین حقانی صاحب

علمائے جماعت اشاعت التوحید والسنۃ

مفتی مجتبیٰ عامر صاحب

سلیمان ساجد صاحب

مفتی واحد الرحمٰن نعمانی صاحب

ظفر احمد صاحب

گواہان حضرات

جناب حاجی عارف خان صاحب

محمد شاکر الرحمٰن صاحب

(فیصلے کی اصل فوٹو کاپی رسالہ کے آخری صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔)

اس عبارت پر دستخط کرنے کے فریقین ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر باہر آئے اور ان کی موجودگی میں جائے مناظرہ کے مالک جناب عارف خان صاحب نے تحریر عوام کے سامنے سنائی۔ اس فیصلے سے عوام میں خوشی کی ایک لہر پیدا ہوئی اور سب نے نعرے لگائے:

سربکف سربلند دیوبند دیوبند

نر ملا پختون ملا ندیم ملا ندیم ملا

اس کے بعد سب خوشی خوشی اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

آخری گزارش

الحمدللہ ہم آج بھی اسی موقف پر قائم ہیں اور جو حضرات اس مسئلہ میں بار بار اختلاف اٹھاتے ہیں ان حضرات سے بھی کہتے ہیں کہ آئیں اور اسی اتفاقی تحریر پر دستخط کریں اور اس مسئلہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حل کریں۔

آخر میں قارئین سے گزارش کرتا ہوں کہ بندہ نے حتی الوسع کوشش کی ہے اور دیانتداری سے فریقین کے مابین ہونے والے اس مناظرہ کو اردو زبان میں قلم بند کر دیا صرف غیر ضروری تکرار کو ہٹا دیا ہے۔ پھر بھی آپ سے التجا ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو بجائے لعن طعن کرنے کے بندہ ناچیز کو آگاہ کریں ہم ان شاء اللہ ضرور اصلاح کریں گے۔ والسلام

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

واٹس ایپ نمبر:۔ ۰۳۴۲۸۹۷۰۴۰۹

نوٹ: بندہ نے مقدمہ تحریر کرنے میں مولانا منیر احمد منور صاحب مد ظلہ العالی کی کتاب "تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام" سے بھی استفادہ کیا ہے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا مسلک دیوبند پر تصلب اور اپنے استاد سے اختلاف

جناب عبد الحمید خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت رحمہ اللہ، ابتداء ہی سے عقیدۃً دیوبندی اور مسلک کے اعتبار سے بھی دیوبندی تھے، ملی اور ملکی معاملات میں جو طرز عمل اکابر علماء ہند اختیار کرتے وہی حضرت رحمہ اللہ اختیار فرماتے اور یہ قدم صرف اندھی تقلید نہ ہوتا بلکہ علی وجہ البصیرت ہوتا، جب مولانا عبید اللہ سندھی 1939ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے اور اپنے ساتھ ایک خاص انقلابی پروگرام لائے اور اس کو علماء ہند کے سامنے پیش فرمایا تو علماء ہند نے اس کو بعض وجوہ سے غیر پسندیدہ قرار دیا، اس وقت باوجود یکہ حضرت رحمہ اللہ کی مولانا سندھی سے اس قدر عقیدت تھی کہ حضرت سندھی رحمہ اللہ کے جوتے اٹھالیا کرتے تھے مگر اس کے باوجود چونکہ جمعیت علماء ہند نے حضرت سندھی رحمہ اللہ کا مشورہ ماننے انکار کر دیا تھا اس لئے آپ نے بھی حضرت مولانا سندھی رحمہ اللہ کے ساتھ ہمنوائی نہ فرمائی بلکہ اسی مسلک کو حق سمجھا جو علماء ہند کا پسندیدہ تھا"

("مرد مومن"، ص:130، مرتب: عبد الحمید خان)

رب نواز بھٹی (قسط:۱۰)

غیر مقلدین کے دعوی عمل بالقرآن کی حقیقت

حدیثوں کے خلاف تفسیروں کے چند نمونے

علامہ وحید الزمان صاحب اپنے غیر مقلدین کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہلِ حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے، نہ سلف صالحین، صحابہ اور تابعین کی۔ قرآن کی تفسیر، صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔“

(لغات الحدیث:۲/۹۱، ش)

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے غیر مقلدین کے ہاں ”شیخ الاسلام“ کہلائے جانے والے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیری غلطی کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا:

”حدیث نبوی کی مخالفت کی جاتی ہے اور نام رکھا جاتا ہے اہلِ حدیث بلکہ سردار اہلِ حدیث۔“

(مظالم روپڑی صفحہ ۲۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

روپڑی صاحب نے امرتسری صاحب کی چند تفسیری غلطیوں کی نشان کرنے کے بعد لکھا:

”یہ چند مثالیں بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم نے ذِکر کی ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں جن میں انہوں نے سلف کے بلکہ حدیث کے بھی خلاف تفسیر کی ہے۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث:۱/۸۰، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے امرتسری صاحب کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اہلِ سنت والجماعت تو درکنار تفسیر نبوی سے کچھ سروکار ہی نہیں، اکثر تفسیر نبوی سے برخلاف تفسیر کی ہے... افسوس بظاہر دعویٰ اہلِ حدیث اور درباطن شیوۂ منکر حدیث۔“

(الاربعین صفحہ ۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر تفسیر نبوی کے مخالف ہے۔"

(حاشیہ: الاربعین: ۱۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب کی کچھ مزید عبارتیں ملاحظہ ہوں:

"اس جگہ میں بھی تفسیر نبوی واہل سنت وجماعت کو چھوڑ کر فرقہ معتزلہ کی تفسیر کو پسند کیا۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۱۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

"تفسیر نبوی جس سے دیدار الٰہی اور مذہب اہلِ سنت و جماعت ثابت ہوتا تھا چھوڑ کر جہمیہ ومعتزلہ وغیرہ منکرین دیدارِ الٰہی کا مقلد ہو گیا۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۱۶، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

"فلسفیت اور اعتزال کے مارے یہاں بھی تفسیر نبوی کا خلاف چلا۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۱۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

"یہ تفسیر بھی تفسیر نبوی سے خلاف ہے۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۱۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ایک غیر مقلد نے حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کے متعلق کہا:

"آپ نے آیات للسائلین میں جوبات خلافِ سنت تحریر کی ہوئی ہے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۲۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"انہوں [غالبا مولوی احمد الدین غیر مقلد (ناقل)] نے بھی سنایا کہ جب یہ [حافظ عنایت اللہ اثری کی "آیات للسائلین" (ناقل)] تفسیر نئی نئی شائع ہوئی حافظ محمد شریف صاحب تاجر کتب کشمیری بازار لاہور کی دکان پر بیٹھے ہوئے حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی اسے

مطالعہ فرمارہے تھے تو میں نے دریافت کیا کہ اس کی عربی کیسی ہے۔ فرمایا کہ عربی دریافت کرتا ہے۔ یہ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر سے بھی زیادہ ہی خطرناک اور خلاف سنت ہے بایں ہمہ مولوی احمد الدین صاحب میرے خلاف نہیں ہوئے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۳۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

صحیح احادیثِ نبویہ کی خلاف ورزی

شیخ عبد العزیز بن عبد الرحمن آلِ بشر (سعودیہ) نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر کی بابت لکھا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفسیر کلامِ الٰہی، صحیح احادیثِ نبویہ، اہلِ حدیث اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کی تفسیر کے خلاف ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جائے۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۲۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

فبدل الذین ظلموا قولا کی تفسیر حدیث کے خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"ص ۱۴ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ای خالفوا ما امروا بہ من التوکل والاستغفار فبدلوا بقولھم انا لن ندخلھا ابد ا ماداموا فیھا فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون یعنی اُن کو توکل اور استغفار کا حکم ہوا تھا۔ انہوں نے توکل اور استغفار کو چھوڑ کر انا لن ندخلھا الایۃ یہ تفسیر حدیثِ صحیح صریح اور جملہ تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے کیوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ بخاری و مسلم اور احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن جریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ فدخلوا یزحفقن علی استاھم وقالوا حبۃ فی شعرۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ انہوں نے حطۃ کو بدل کر حبۃ فی شعرۃ کہا اور آپ لکھتے ہیں کہ انہوں نے لن ندخلھا سے بدلا۔ تعجب ہے آپ کے اہلِ حدیث ہونے پر خلاف پیغمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز نخواہد بمنزل رسید۔"

(الاربعین صفحہ ۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”صفحہ ۱۴ میں اس آیت کی تفسیر میں فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا عذابا من السماء ای احرمنا هم یفسقهم لقوله تعالی فانها محرمة علیهم اربعین سنة۔ حاصل مطلب اُس کا یہ ہے کہ مراد رجز سے جنگل میں چالیس برس رہنا ہے، نہ کوئی اور عذاب طاعون وغیرہ۔ یہ تفسیر بھی حدیث صحیح صریح اور جملہ تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ بنی اسرائیل پر رجز کا آسمان سے اترنا جنگل میں رہنے کے بعد ہوا کیوں کہ جنگل میں رہنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور ان کا بجائے حطة کے حبة فی شعرة کہنا یوشع کے زمانہ میں بیت المقدس کی فتح کے بعد تھا تعجب گناہ اولاد نے کیا اور سزا ان کے اباء اجداد کو دی گئی۔ حدیث میں ہے: اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل پر بھیجا۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔ یہ طاعون بنی اسرائیل پر اُس وقت اُترا تھا جس وقت انہوں نے قول الٰہی حطة کو حبة فی شعرة کے ساتھ بدلا۔“

(الاربعین صفحہ ۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”یہ تفسیر بھی تفسیر نبوی سے خلاف ہے۔“

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی طرح فبدل الذین ظلموا کی تفسیریوں کی ہے: ای خالفوا ما امروا به من التوکل والاستغفار (یعنی ان کا بات بدلنا یہ تھا کہ توکل اور استغفار کا جو حکم ہوا تھا اس کی مخالفت کی) حالاں کہ حدیث میں بابت بدلنے کی تفسیر یہ کی ہے کہ سجدے کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہونے حطہ کی جگہ حنطہ کہا۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۹۷، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

غیر مقلدین کی مؤلفہ مریم مدنی بنت عبد الرحمن مدنی نے لکھا:

''ہندوستان کے مشہور عالم مولانا ثناء اللہ امر تسری تفسیر القرآن بکلام الرحمن کا اہتمام لازم کرتے ہوئے آیت کریمہ ﴿فبدل الذين ظلموا قولا غير الذى قيل لهم ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اى خالفوا ما امروا به من التوكل و الاستغفار فبدلوا بقولهم ﴿انا لن ندخلها ابدا ما داموا فيها فاذهب انت و ربک فقاتلا انا ههنا قاعدون﴾ کہ انہوں نے توکل اور استغفار کی جگہ (موسیٰ علیہ السلام کو) یہ کہا کہ جب تک جبارین ملک شام سے نہ نکلیں ہم ملک شام میں داخل نہ ہوں گے۔ تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔'' حالاں کہ یہ تفسیر حدیث صحیح، صریح اور جملہ تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے کیوں کہ حضرت ابو ہریرہؓ بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی اور ابن جریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (قيل لبنى اسرائيل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة فدخلوا يزحفون على استاهم وقالوا حبة فى شعرة) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انہوں نے حطة کو بدل کر حبة فى شعرة کہا اور مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے انا لن ندخلها سے بدلا۔''

(محدث روپڑی اور تفسیری درایت کے اصول صفحہ ۲۲۱)

احل لكم ليلة الصيام کا معنی بالکل خلاف حدیث شریف ہے

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''آیت احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نساء كم کی تفسیر میں لکھتے ہیں اى ابيح لكم ابتداء لا بعد المنع یعنی رفث الى النساء ابتداء میں ہی مباح تھی، بعد میں مباح نہیں ہوئی۔ یہ معنیٰ بالکل خلاف حدیث شریف ہے بلکہ رفث الى النساء ابتداء میں منع اور حرام تھی۔ بعد میں رخصت ہوئی جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے

ابوداود میں روایت ہے کہ کان الناس علی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا العتمة حرم عليهم الطعام و الشراب و النساء یعنی رمضان میں ابتداء زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب لوگ عشاء پڑھ لیتے تھے تو ان پر کھانا اور پینا اور عورتوں کے ساتھ صحبت کرنا حرام تھا۔ بعد میں اس آیت شریف کے نزول سے رخصت ہوئی ۔اسی طرح احمد اور ابن جریر نے کعب بن مالکؓ سے اور ابن جریر نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور اسی پر تمام تفاسیر معتبرہ اہلِ اسلام ہیں اور جس نے اس کے خلاف کہا ہے اُس کا قول علماء اسلام کے نزدیک مردود اور متروک ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تاکلہ النار کی تفسیر میں تفسیر نبوی سے دست بردار

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"صفحہ ۷۳ حتى ياتينا بقربان تاكله النار کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای يحرقه الكاهن بالنار ولعجب ممن قيد النار بالسماوی ليت شعری من این اخذ هذا القيد یعنی جلا دیتے اس کو کاہن آگ سے اور تعجب ہے ان پر جو مقید کرتا ہے نار کو ساتھ آسمانی کے۔ کاش میں جانتا کہ کہاں سے لیا ہے اس قید کو۔اقول ليت شعرى من این اخذ يحرقه الكاهن بالنار۔ہائے افسوس برخلاف تفاسیر اہلِ اسلام کے فاضل نے کہاں سے اس نار کو نارِ کاہن سے مخصوص کیا۔ اتباعِ اہلِ سنت سے تو واسطہ نہیں، تفسیر نبوی سے بھی دست بردار ہیں بخاری اور مسلم میں ہے ایک نبی نے لڑائی میں فتح پائی اور غنیمت کو جمع کیا پس آگ آئی تاکہ اس کو کھاوے لیکن آگ نے اس غنیمت کو نہ کھایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں خیانت ہے لہذا ہر قبیلہ میں سے ایک ایک آدمی میرے ساتھ بیعت کرے پس بیعت کرتے ہوئے ایک آدمی کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ چمٹ گیا۔ پھر اس آدمی کو فرمایا کہ تمہاری قوم میں خیانت ہے پھر انہوں نے ایک گائے کے سر کے برابر سونا لاکر رکھ دیا پھر آگ آئی اور اس کو کھالیا۔ اور ابن ابی شیبہ اور ترمذی اور نسائی اور ابن المنذر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنیمت تم سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھی لہذا پہلے نبی اور ان کے اصحاب جب غنیمت لاتے ایک جگہ پر جمع کرتے، پھر آگ آسمان سے اترتی اور کھالیتی۔ ان حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہ غیبی نار (آگ) آسمان سے آیا کرتی تھی، نہ کہ کاہن اس کو آگ لگایا کرتا تھا۔"

(الاربعین صفحہ ۱۰،۱۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

یوم یاتی کا معنیٰ حدیث صحیح صریح کے خلاف

مولانا عبدالحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"صفحہ ۴۲۱/ آیت یوم یاتی بعض آیات ربک میں بعض آیات ربک کی تفسیر یوم الموت کے ساتھ کی ہے یہ معنیٰ بھی حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ احمد اور بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو گا قیامت قائم نہ ہو گی۔ پس جب لوگ آفتاب کو مغرب سے نکلا ہوا دیکھیں گے، تب ایمان لاویں گے مگر اس وقت کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔ پھر یہ آیت یوم یاتی بعض آیات ربک اخیر تک پڑھی۔ غرض قیامت قائم ہونے سے اول بعض آیات کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا فرماتے ہیں اور آں صاحب یوم الموت کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں۔"

(الاربعین صفحہ ۱۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حافظ عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اسی طرح یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانها کی تفسیر میں یوم الموت لکھتے ہیں حالاں کہ حدیث میں ہے کہ شمس کا طلوع مغرب سے مراد ہے۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۹۷، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

والوزن یومئذ الحق میں وزن کی تفسیر صریح صحیح حدیثوں کے خلاف

مولانا عبدالحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۱۴۳آیت والوزن یومئذ الحق میں وزن کی تفسیر تفسیر ای مقدار الاعمال بای وجه کان سے کی ہے یعنی اعمال کا وزن مخصوص میزان سے نہیں جس وجہ سے بھی ہو۔ یہ معنٰی بھی صریح صحیح حدیثوں اور تفسیروں معتبرہ اہل اسلام کے خلاف ہے کیوں کہ معالم میں ہے ... ایک آدمی پر اس کے عملوں کے ننانوے نامہ اعمال کھولے جائیں گے جو ہر ایک بقدر انتہاء نظر ہو گا اور ایک چھوٹا سا ٹکڑا دوسرے پلہ میں ۔ پس بڑے بڑے (دفتروں) نامہ اعمال کا پلہ ہلکا ہو جائے گا اور یہ چھوٹے سے ٹکڑے والا پلہ بھاری ہو گا۔ ایسا ہی احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی صحت عبد اللہ بن عمر سے مرفوعا بیان کی ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۱۳، ۱۴... مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حاشیہ میں لکھا:

”یہ تفسیر بھی حدیث صریح کے خلاف ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۱۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

وزن اعمال کی غلط تفسیر

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی طرح والوزن یومئذ الحق کی تفسیر مقدار الاعمال بای وجه کان کے ساتھ کی ہے (یعنی اعمال کا اندازہ جس طرح ہو) اور ومن خفت موازینہ کی تفسیر حبطت اعمالھم کے ساتھ کی ہے (یعنی جن کے عمل حبط ہو گئے) حالاں کہ سلف نے ان کے معنٰی یہ کئے ہیں کہ اعمال تولے جائیں گے اور حدیثوں میں بھی اعمال کے تولے جانے کا بہت ذکر ہے۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۷۵، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

وکتبنا له فی الالواح من کل شیئ کی تفسیر حدیث صحیح صریح کے خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے امر تسری تفسیر پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۱۵۶ میں اس آیت و کتبنا لہ فی الالواح من کل شیء کی تفسیر ای امرنا بکتابۃ الاحکام سے کی ہے یعنی ہم نے احکام کے لکھنے کا حکم دیا۔ یہ تفسیر بھی حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے کیوں کہ صحیح بخاری میں موسی علیہ السلام کے ذِکر میں ہے وخط لک التوراۃ بیدہ یعنی آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات تیرے واسطے اپنے ہاتھ سے لکھی اور طبرانی اپنی کتاب ”السنۃ“ میں عبداللہ بن عمر سے لایا ہے کہ اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے اور جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور کاب تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا پھر تمام اشیاء کے واسطے کہا ہو جاؤ تو ہو گئیں۔ اس حدیث سے اللہ عزوجل کا تورات لکھنا الواح میں اپنے ہاتھ سے ثابت ہوتا ہے۔ اور فاضل صاحب کتبنا کی معنیٰ امرنا (حکم دیا ہم نے دوسرے کو) کرتے ہیں۔“

(الاربعین صفحہ ۱۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

لولا کتاب من اللہ سبق کی تفسیر اور متفق علیہ حدیث

مولانا عبدالحق غزنوی غیر مقلد نے امرتسری تفسیر پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اسی صفحہ (۱۵۶) میں اس آیت لولا کتاب من اللہ سبق کی تفسیر اس آیت سے کرتے ہیں وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یعنی کتاب سابق سے مراد یہ آیۃ وما کان اللہ الخ ہے اور یہ تفسیر سب تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس مخالفت کا باعث انکار کرنا لوح محفوظ سے اور منکر ہونا کتاب سابق سے ہے جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے ایک کتاب مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے لکھی کہ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت کی۔ پس وہ کتاب لکھی ہوئی اس کے پاس عرش پر ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۱۶، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

وزیادۃ کا معنیٰ بھی تفسیر نبوی سے مخالف

مولانا عبدالحق غزنوی غیر مقلد نے امرتسری تفسیر پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۱۹۷/اِس آیت للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ کی تفسیر علی قدر اعمالھم سے کرتے ہیں یعنی زیادہ سے مراد یہ ہے کہ نیکوں کو اپنے نیک عملوں سے زیادہ ثواب ملے گا اور یہ معنٰی بھی تفسیر نبوی سے مخالف ہے کیوں کہ صحیح مسلم اور احمد اور ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زیادۃ سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ہے وزیادۃ النظر الی وجہ اللہ الکریم وھو قول ابی بکر صدیق وکثیر من السلف وعلیہ احادیث کثیرۃ یعنی زیادۃ سے مراد اللہ کریم کے منہ کی طرف نظر کرنا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بہت سے سلف کا یہی قول ہے اور اس پر کثرت سے حدیثیں ہیں اور تفسیر وجیز میں ہے وزیادۃ النظر الی وجہ اللہ فسرہ بذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما فی صحیح مسلم وابن ماجۃ والترمذی ومسند احمد وھو قول اکابر الصحابۃ یعنی زیادہ سے مراد اللہ کی منہ کی طرف نظر کرنا ہے اسی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر کی ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور ابن ماجہ اور ترمذی اور مسند امام احمد میں ہے اور یہ قول جلیل القدر صحابہ کا ہے چوں کہ اس تفسیر سے دیدارِ الٰہی (جو مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے) ثابت ہوتا ہے، اس لئے اسے چھوڑ کر معتزلہ کی نصرت اور حمایت کی جو منکر دیدار الٰہی ہیں۔“

(الاربعین صفحہ ۱۶، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

وکان عرشه علی الماء کی تفسیر بھی صریح حدیث کے خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے امرتسری تفسیر پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۴۰۶ اس آیت وکان عرشه علی الماء کی تفسیر میں لکھا ہے ای حکومته قبل خلق السماء والارض یعنی عرش سے مراد حکومت ہے اور عرش کوئی مخلوق چیز نہیں ہے اور یہ معنٰی بھی صریح حدیث کے خلاف ہے... عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ اس حدیث کو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔“

(الاربعین صفحہ ۱۷، مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”وتری الملائکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربھم کافی ہے یعنی تو فرشتوں کو عرش کے گرداگرد تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا۔اگر عرش سے مراد حکومت ہے تو فرشتوں نے اللہ کی حکومت کو کس طرح گھیر لیا۔“

(الاربعین صفحہ ۱۷، مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول)

وشھد شاھد من اھلھا کی تفسیر حدیث صریح کے خلاف ہے

مولانا عبدالحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۲۱۸ میں اس آیت وشھد شاھد من اھلھا کی تفسیر میں لکھا ہے ای اظھر رایہ یعنی اس گھر میں سے کسی ذی رائے نے رائے دی۔ اور یہ حدیث صریح کے خلاف ہے کیوں کہ احمد اور ابن جریر اور بیہقی میں ہے: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ چار لڑکوں نے کلام کی دراں حال کہ وہ چھوٹے تھے۔ فرعون کی ماشطہ کے بیٹے نے اور شاہد یوسف اور صاحب جریج اور عیسیٰ بن مریم نے، اور احمد اور بزار اور ابن حبان اور حاکم مرفوعا لائے ہیں کہ لم یتکلم فی لمھد الا اربعۃ و ذکر شاھد یوسف یعنی چار شخصوں نے گود میں بات کی ہے جن میں سے ایک شاہد یوسف بھی ہیں چوں کہ مصنف تفسیر ثنائی کے نیچر کے خلاف ہے، لہٰذا صریح حدیث سے خلاف کیا اور اس تفسیر میں ابو علی جبائی معتزلی کا مقلد ہوا۔“

(الاربعین صفحہ ۱۹، مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول)

ندخلھم ظلا ظلیلا کی تفسیر بھی حدیث صحیح صریح کے خلاف

مولانا عبدالحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۸۵ میں اس آیت ندخلھم ظلا ظلیلا کی تفسیر میں لکھا ہے نعماء دائمۃ لان الظل المعروف موقوف علی الشمس و اذ لا لا فلا یعنی نعمتیں دائمی ہوں

گی، سایہ نہ ہو گا کیوں کہ سایہ سورج پر موقوف ہے اور جب سورج ہی نہیں تو پھر سایہ کہاں ؟ اور صفحہ ۴۴۶ میں آیت وظل ممدود کی تفسیر میں لکھا ہے ای فی نعماء غیر منقطعة، یہ تفسیر بھی حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے کہ اس کے سایہ میں اگر سوار سو برس تک چلتا رہے تب بھی وہ سایہ ختم نہیں ہو گا۔ گر تم چاہے ہو یہ آیت پڑھ لو وظل ممدود۔"

(الاربعین صفحہ ۱۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حاشیہ میں لکھا:

"یہ تفسیر بھی تفسیر نبوی سے مخالف ہے۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۱۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

بالقول الثابت کی تفسیر بھی صریح صحیح حدیث کے خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"صفحہ ۲۳۴ اس آیت یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت کی تفسیر میں لکھا ہے ببركة التوحيد فى الحيوة الدنيا وفى الآخرة لقوله تعالى نحن اولياء كم فى الحيوة الدنيا و فى الآخرة یعنی توحید کی برکت سے اللہ عز وجل اس کو دنیا میں اور آخرت میں ثواب اور کرامت پر ثابت رکھے گا۔ یہ تفسیر بھی صریح صحیح حدیث کے خلاف ہے ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر نکیر و منکر کے سوال اور عذاب قبر کے ساتھ کی ہے اور مصنف تفسیر ثنائی نے بتقلید فرقہ ضالہ معتزلہ بر خلاف تفسیر نبوی وہ معنیٰ کیا جس سے عذاب قبر اور سوال نکیر اور منکر ثبوت تک نہ پہنچے۔"

(الاربعین صفحہ: ۲۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ان قرآن الفجر كان مشهودا کی تفسیر بھی تفسیر نبوی کے خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۲۵۹ میں اس آیت ان قرآن الفجر کان مشهودا کی تفسیر میں لکھا ہے ای صلوة الصبح ینبغی ان یشهد کان مشهودا المؤمنون یعنی نماز صبح میں مؤمنوں کو لائق ہے کہ حاضر رہیں۔ یہ تفسیر بھی تفسیر نبوی کے خلاف ہے کیوں کہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز صبح میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ آیۃ کریمۃ ان قرآن الفجر کان مشهودا اس کی دلیل ہے۔ اور ابن مردویہ نے مرفوعا ابو الدرداء سے روایت کی ہے کہ ان قرآن الفجر کان مشهودا قال تشهد ہ ملائكة الليل و ملائكة النهار۔“

(الاربعین صفحہ: ۲۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حاشیہ میں لکھا:

”تفسیر نبوی کا خلاف ہے۔“

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۲۰)

فاتخذ سبيله في البحر سربا کی تفسیر بھی احادیث صحیحہ کے خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۲۶۹ میں اس آیت فاتخذ سبيله في البحر سربا کی تفسیر میں لکھا ہے شقا کما یسبح الحوت سبحا طبعیا یعنی مچھلی پانی کو معمولی طور پر پھاڑتی تھی اور تیرتی تھی۔ یہ معنیٰ بھی احادیث صحیحہ اور تفاسیر معتبرہ اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ کیوں کہ بخاری اور مسلم میں ہے... مچھلی کے تیرنے سے پانی میں سوراخ بنا رہا جیسا کہ پتھر میں سوراخ ہوتا ہے، پانی آپس میں میں نہیں ملتا تھا۔ طاق کی مانند سرنگ قائم رہا۔ چوں کہ یہ تفسیر اُس کے زعم میں اُس کے قانون قدرت کے خلاف تھی لہذا تفسیر نبوی اور تفاسیر معتبرہ اہلِ اسلام کو چھوڑ کر ایسی چال چلے جس سے معجزہ اور کرامت کا ثبوت ہی نہ ملے۔“

(الاربعین صفحہ ۲۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حاشیہ میں لکھا:

''اس تفسیر نبوی کی مخالفت کا باعث وہی اس کے زعمی قانون قدرت کا خلاف ہے۔''

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۲۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

واتخذ سبیله فی البحر سربا کی تفسیر میں مخالفتِ حدیث اور شانِ نبوت میں گستاخی بھی

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اسی طرح واتخذ سبیله فی البحر سربا کی تفسیر میں لکھتے ہیں شقا کما یسبح الحوت سبحا طبیعا۔(یعنی مچھلی جیسے طبعی طور پر تیرتی ہے ویسی تیری) یعنی اس کے تیرنے سے پانی میں سرنگ نہیں بنی) اسی واسطے واتخذ سبیله فی البحر عجبا کی تفسیر میں لکھتے ہیں تعجب یوشع من سرعته (یعنی یوشع نے مچھلی کی تیز رفتاری سے تعجب کیا) حالاں کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ سرنگ کی وجہ سے تعجب ہوا تھا نیز مسلم کی حدیث میں ہے کہ مچھلی نمک لگی ہوئی یعنی بھونی ہوئی تھی اور ٹوکرے میں رکھ کر ساتھ لے گئے تھے اور بخاری کی روایت میں ہے مردہ تھی خضر علیہ السلام کی جگہ پہنچے تو زندہ ہو کر پانی میں داخل ہو گئی۔ مولوی ثناء اللہ اس سے صاف انکاری ہیں چنانچہ ترک اسلام طبع اہلِ حدیث امرتسر ص ۱۱۳ میں دہرم پال آریہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بتلایئے اس آیت میں بھنی ہوئی کس لفظ کا ترجمہ ہے۔'' انتھی پھر آگے چل کر ص ۱۱۴ میں لکھتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام جب سفر کو چلے تو خدا کے حکم سے ایک مچھلی کو پانی کے برتن میں رکھ لیا۔ پھر اسی صفحہ میں چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں اصل میں آپ بھی معذور ہیں قرآن شریف کو قرآن کی اصل زبان میں تو پڑھا نہیں، معمولی انگریزی یا اُردو میں ترجمہ دیکھا اور کسی غیر محقق واعظ یا محلہ کی کسی بڑھیا سے سن لیا کہ مچھلی بھنی ہوئی تھی۔'' انتھی ناظرین! خیال فرمائیں کہ کس قدر دلیری کے کلمے ہیں گویا نبی علیہ السلام کے ارشاد مبارک کو کسی واعظ غیر محقق کا یا محلہ کی کسی بڑھیا کا مقولہ بناتے ہیں معاذ اللہ۔''

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۸۰، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اسی طرح پر مردہ مچھلی جی کر پانی میں نہیں گئی بلکہ اسی طرح ہوا جیسے کہ میں نے البیان المختار میں شائع کر دیا ہوا ہے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۲۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

سیجعل لهم الرحمن ودا کی تفسیر بھی حدیث نبوی و تفسیر مصطفوی کے خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"صفحہ ۲۷۸ میں اس آیت سیجعل لهم الرحمن ودا کی تفسیر میں لکھا ہے بينهم يوم القيامة یعنی قیامت کے دن مؤمنوں کی آپس میں دوستی رہے گی۔ یہ تفسیر بھی حدیث نبوی و تفسیر مصطفوی کے خلاف ہے۔ کیوں کہ صحیحین میں ہے کہ جس کو اللہ عزو جل اپنا پیار ابناتا ہے اس کے لیے جبرائیل کو فرماتا ہے کہ فلاں میرا دوست ہے تو بھی اس سے محبت کر، پس جبرئیلؑ آسمان میں اس کا امر کا اعلان کرتا ہے، پھر زمین والوں کے دلوں میں اس کی محبت اترتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزو جل کے اس قول سیجعل لهم الرحمن ودا کی یہ تفسیر ہے۔ افسوس نام تو اہلِ حدیث رکھ لیا مگر تفسیر نبوی کو کہیں پسند نہیں کیا۔"

(الاربعین صفحہ ۲۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حاشیہ میں لکھا ہے:

"یہ تفسیر بھی تفسیر نبوی کا خلاف ہے۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۲۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

الذين يحشرون على وجوهم کی تفسیر میں بھی تفسیر نبوی کا خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"صفحہ ۳۱۶ میں اس آیت الذين يحشرون على وجوهم کی تفسیر میں لکھا ہے ای يسحبون ويجرون الى جهنم لقوله يسبحون فى النار على وجوهم یعنی کافر منہ پر جہنم کی طرف گھسیٹے جاویں گے۔ مصنف تفسیر ثنائی کا اس تفسیر میں بھی تفسیر نبوی

کا خلاف اور معتزلہ کا وفاق ہے۔ کیوں کہ صحیحین میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کافر قیامت کے دن کس طرح منہ پر حشر کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: جس نے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا وہ ذات پاک قادر ہے اس پر کہ اس کو قیامت کے دن منہ پر چلاوے ۔ چوں کہ یہ تفسیر نبوی مصنف تفسیر ثنائی کے زعم میں خلاف قانون قدرت تھی، لہٰذا اس کو چھوڑ کر معتزلہ کی چال چلا۔"

(الاربعین صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حاشیہ میں لکھا:

"چوں کہ تفسیر نبوی کے مطابق تفسیر کرنے سے اس کے زعمی قانون قدرت کا خلاف ثابت ہوتا تھا اس واسطے معتزلہ کا راستہ چلا۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مریم مدنی (غیر مقلدہ) نے لکھا:

" مولانا امرتسری آیت کریمہ ﴿الذین یحشرون علی وجوههم الی جهنم﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کافر جہنم کی طرف منہ کے بل کھینچے جائیں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کافر قیامت کے روز منہ پر چلیں گے جیسے دنیا میں پاؤں پر چلتے ہیں۔ محدث روپڑی فرماتے ہیں: ... آپ [امرتسری (ناقل)] نے بلاوجہ فی کو الی کے معنیٰ میں لے کر دونوں آیتوں کا ایک ہی مطلب کر دیا۔ پھر حدیث نبوی کا بھی خیال نہ کیا۔"

(محدث روپڑی اور تفسیری درایت کے اصول صفحہ ۲۲۲)

واذا وقع القول علیهم کی وضاحت، تفسیر نبوی خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"صفحہ ۳۳۰ میں اس آیت واذا وقع القول علیهم کی تفسیر میں لکھا ہے ای قامت الساعة علیهم اخرجنا لهم دابة من الارض ای نبعث نبیهم یشهد علیهم یعنی دابۃ الارض نبی ہے ۔ اللہ عز وجل قیامت کے دن نبیوں کو زمین سے نکالے

گا اور ہر نبی اپنی اپنی امت پر گواہی دے گا۔ مصنف تفسیر ثنائی کی یہ تفسیر، تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ اور تمام تفاسیر اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس آیت کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تفاسیر اہلِ اسلام سے اس طور پر ثابت ہے کہ قرب قیامت میں ایک دابۃ زمین سے نکلے گا۔ مومن کو ایمان کا اور کافر کو کفر کا نشان لگاوے گا۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر، ودر منثور و فتح البیان وغیرہ تفاسیر اہلِ اسلام۔"

(الاربعین صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حاشیہ میں لکھا ہے:

"تفسیر نبوی کا خلاف ہے۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مفردات امام راغب میں ہے کہ دابۃ الارض سے مراد اشرار لوگ ہیں جو کہ علم دین سے ناواقف ہوتے ہیں اور یہی ٹھیک ہے... یہ اشرار لوگ سیاسی لیڈر ہیں جو موسوی لاٹھی اور سلیمانی انگشتری کا تخیل ڈال کر مملکت کا نقشہ بتائیں گے مگر چوں کہ شریعت اسلام سے بے خبر اور بے عمل بلکہ بد عمل ہوں گے۔ اس لیے وہ ناکام اور نامراد ہوں گے۔"

(العطر البلیغ صفحہ ۱۳۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

وفدیناہ بذبح عظیم کی تفسیر میں تفسیر نبوی کا خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"صفحہ ۳۷۶ میں اس آیت وفدیناہ بذبح عظیم کی تفسیر میں لکھا ہے ای امرنا بذبح الکبش یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک دنبہ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ یہ بھی جملہ تفاسیر اہلِ اسلام سے خلاف ہے کیوں کہ تفاسیر معتبرہ اہلِ اسلام میں ہے کہ جس وقت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لگے اس وقت اللہ عزوجل نے آپ کے لیے غیب سے ایک بڑا دنبہ بھیجا اور اسے ذبح کیا لیکن ایسی باتوں کے واسطے ایمان بالغیب چاہیے جن کے

دلوں میں فلسفیت اور اعتزال کی بیماری ہے وہ کب اس کو مانتے ہیں اخرج ابن ابی شیبة وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما فی قوله وفدیناه بذبح عظیم قال کبش قد رعی فی الجنة اربعین خریفا یعنی وہ دنبہ چالیس سال تک جنت میں چر تا رہا تھا۔"

(الاربعین صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حاشیہ میں لکھا ہے:

"تفسیر نبوی کا خلاف اور ابراہیم علیہ السلام کے معجزہ کا انکار۔"

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۲۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

فما بکت علیهم السماء والارض کی تفسیر اور حدیث کی خلاف ورزی

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"صفحہ ۴۱۴ میں اس آیت فما بکت علیهم السماء والارض کی تفسیر میں لکھا ہے ای لم یترحم علیهم احد من اهل السماء ولا من اهل الارض لقوله تعالی بدا بیننا و بینکم العداوة و البغضاء ابد احتی تؤمنوا بالله وحده چشم بد دور، کیا تفسیر اور کیا دلیل۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں روایت ہے... اگرچہ اس میں مرفوع حدیث میں ضعف ہے مگر تفاسیر صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین جہاں تک ہم کو معلوم ہے کلھم اس پر متفق ہیں کہ آسمان اور زمین مومن پر روتے ہیں کافر پر نہیں روتے مگر فلسفہ اور اعتزال کے ڈسے ہوئے کا کیا علاج۔ سلف صالحین کا اتفاق اس تفسیر پر اس حدیث کی تصحیح کے لیے کافی ہے۔

(الاربعین صفحہ ۲۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غیر مقلدہ عورت مریم مدنی لکھتی ہیں:

"اسی طرح آپ [امر تسری (ناقل)] آیت کریمہ ﴿فما بکت علیهم السماء والارض﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ای لم یترحم علیهم احد من اهل السماء ولا

من اهل الارض لقوله تعالى ﴿وبدا بيننا و بينكم العداوة و البغضاء ابدا حتى تؤمنوا بالله وحده﴾ ”کہ آسمان والوں اور زمین والوں میں سے کسی نے ان پر رحم نہیں کیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں (اور)تم میں ہمیشہ کھلی عداوت اور دشمنی رہے گی“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”ہر بندے کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک دروازے سے اس کے عمل چڑھتے ہیں اور ایک سے اس کا رزق اترتا ہے جب بندہ مر جاتا ہے تو دروازے اس پر روتے ہیں پھر فرمایا فرعون اور اس کی قوم پر نہ آسمان رویا، نہ زمین۔ کیوں کہ وہ زمین پر کوئی نیک عمل نہیں کرتے تھے اور نہ آسمان کی طرف ان کا کوئی نیک عمل چڑھتا تھا تاکہ گم ہونے کے باعث ان پر روتے۔“ مولانا امرتسری نے رونے کی تفسیر ترحم کے ساتھ عرب محاورہ کے مطابق کی ہے... جب کہ حدیث میں بکاء کا تعین رونے سے ہی کیا گیا ہے۔ اس لیے ان کی تفسیر پر حدیث کو ترجیح ہو گی۔“

(محدث روپڑی اور تفسیری درایت کے اصول صفحہ ۲۲۳)

والبيت المعمور کی تفسیر بھی تفسیر نبوی کے خلاف

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”صفحہ ۴۳۶ میں اس آیت والبيت المعمور کی تفسیر میں لکھا ہے ای المساجد یعنی بیت معمور سے مراد مسجدیں ہیں۔ یہ تفسیر بھی تفسیر نبوی اور تمام صحابہ اور خیر القرون کے خلاف ہے۔اخرج ابن جرير وابن المنذر و ابن مردوية والحاكم وصححه و البيهقي في شعب الايمان عن النبي صلى الله عليه وسلم قال البيت المعمور في السماء السابعة يدخله كل يوم سبعون الف ملك لا يعودون اليه حتى تقوم الساعة یعنی بیت المعمور سات آسمانوں کے اوپر ہے اور اُس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آتی۔ تفسیر نبوی کا نام نہ لینا اور دعویٰ اہلِ حدیث کرنا جو فروشی اور گندم نمائی نہیں تو اور کیا ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۲۴،۲۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا ثناء اللہ امرتسری، حدیثِ نبوی "من قال فی القرآن برأیه" کی وعید میں

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"میں نے ان چالیس اغلاط پر اس واسطے اکتفاء کی کہ بہت طویل مضمون کو لوگ شوق سے نہیں دیکھتے، ورنہ ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر سب الحاد اور تحریف یہودانہ سے بھری ہوئی ہے۔ اور یہ تفسیر میرے نزدیک تفسیر بالرای ہے اور اس کا مصنف ٹھیک اس حدیث کا مصداق ہے من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار اور اس کا مصنف بے شک اہلِ اعتزال اور اہلِ ہوا اور نیچریوں کا طریقہ رکھتا ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۲۶، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

بہت جگہ تفسیر نبوی اور تفاسیر خیر قرون سے بے رُخی

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مولوی ثناء اللہ کی تفسیر عربی اکثر عاجز کی نظر سے گذری ہے اس میں شک نہیں کہ مولوی مذکور نے اپنی تفسیر میں بہت جگہ تفسیر نبوی اور تفاسیر خیر قرون اور تفاسیر اہل سنت و جماعت کو چھوڑ کر تفسیر جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ فرق ضالہ کو اختیار کیا"

(الاربعین صفحہ ۲۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

احادیث نبویہ اور اجماع کے برخلاف

مولانا حکیم ابوتراب محمد عبد الحق صاحب لکھتے ہیں:

"میں نے تفسیر عربی مسمی بہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن جس کو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے تصنیف کیا ہے اکثر جگہ دیکھا اور غور سے مطالعہ کیا۔ احادیث نبویہ علی صاحبها التحیة اور اقوال صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین، ائمہ مجتہدین سلف صالحین اور جمہور اہلِ علم بلکہ اجماع کے برخلاف ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۳۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

حدیثوں میں مذکور وعید شدید کی زد میں

مولانا عبد المنان وزیر آبادی غیر مقلد کہتے ہیں:

”میں نے تفسیر عربی مصنفہ ثناء اللہ امرت سری کی مواضع متعددہ سے سنی۔ اکثر تفسیر سلف صالحین اور خیر القرون کے خلاف ہے بلکہ اکثر موقع پر تفسیر بالرائی ہے جس کے حق میں حدیثوں میں وعید شدید آتا ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۳۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

واقعی تفسیر نبوی اور تفسیر سلف صالحین کے صریح خلاف

مولانا ہدایت اللہ (امام مسجد سودگران صدر پنڈی) لکھتے ہیں:

”یہ اغلاط جو تفسیر ثنائی سے نقل کئے گئے ہیں واقعی تفسیر نبوی اور تفسیر سلف صالحین اور مذہب اہلِ سنت وجماعت کے صریح خلاف ہیں۔“

(الاربعین صفحہ ۳۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت

الاربعین کی تصدیق کرنے والے بزرگ مولانا غلام رسول لکھتے ہیں:

” الدين ما قال الله و قال الرسول و الصحابة وسلف الامة و ائمتها وهذا الضال مخالف لهذا كله متبع غير سبيل المؤمنين۔“

(الاربعین صفحہ ۳۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: دین تو وہ ہے جو اللہ، رسول، صحابہ، امت کے اسلاف اور اماموں نے کہا اور یہ گمراہ [مولانا ثناء اللہ امرتسری (ناقل)] ان سب کا مخالف اور مومنین کے راستہ کے علاوہ راستہ کا متبع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مہاجر اور انصار صحابہ کے راستہ سے انحراف

الاربعین کی تصدیق کرنے والے بزرگ مولانا گل حسن ہزاروی لکھتے ہیں:

”الدين الحق ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وآله وسلم واصحاب من المهاجرين والانصار والمبتدع الضال المخادع الكذاب ثناء الله على غير سبيلهم ومناهجهم فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم۔“(الاربعین صفحہ ۳۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: دین حق تو وہی ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مہاجر اور انصار صحابہ تھے جب کہ یہ بدعتی، گمراہ، بڑا جھوٹا ثناء اللہ اُن کے راستہ اور منہج کے غیر پر قائم ہے۔پس چاہیے کہ وہ لوگ ڈر جائیں اس (اللہ) کی نافرمانی سے کہ انہیں کوئی ازمائش پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے۔

احادیثِ صحیحہ کے بر خلاف

میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد مولانا محمد حسین ہزاروی لکھتے ہیں:

”اس میں شک نہیں کہ یہ تفسیر نیچرانہ طریق پر لکھی گئی ہے اور سلف صالحین اور مجتہدین رحمہم اللہ اور احادیثِ صحیحہ کے بر خلاف لکھی گئی ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۳۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

توافق سنت صریحہ اور آثار سلفیہ صریحہ مفقود

وکیل اہلِ حدیث کہلائے جانے والے مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

”توافق سنت صریحہ اور آثار سلفیہ صریحہ جو تفسیر کے لیے لازمی امر اُس میں مفقود ہے اور بر عکس اس کے توافق مذاہب باطلہ معتزلہ، نیچریہ، مرزائیہ، چکڑالویہ اس میں جا بجا موجود ہے تفسیر نیچری تو اس کا ماخذ ہی صاف نظر آتا ہے اور ایسا یقین ہوتا ہے کہ یہ تفسیر تفسیر نیچری کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔اس میں (اور) اُس میں فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ اردو میں اور یہ عربی... تفسیر امر تسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے، تفسیر چکڑالوی کا خطاب دیا جائے تو روا ہے اور اس کو تفسیر نیچری کہنا تو کمال زیبا ہے اور حق بحق دار رسید کا مصداق۔اس کا مصنف اس

تفسیر سراپا الحاد و تحریف میں پورا مرزائی، پورا چکڑالوی اور چھٹا ہوا نیچری ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۴۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

احادیث صحیحہ نبویہ مفسرہ قرآن کا ترک اور درپردہ حدیث نبوی کا انکار

بٹالوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"اس کا اہلِ حدیث کہلانا اور اپنی مطبع کا نام اور رسالہ عقائد کا نام اور اخبار کا نام اہلِ حدیث رکھنا محض ابلہ فریبی ہے اور دھوکہ دہی جس سے اس کی غرض و مقصود جہلائے اہلِ حدیث کو اپنے دام میں لانا اور اس ذریعہ سے اُن کا مال مارنا اور ٹکے کمانا ہے۔ حدیث نبوی کا یہ شخص درپردہ منکر ہے اور حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے اور اپنے اسلاف معتزلہ و نیچریہ کی آرا کو واجب العمل اور مقدم سمجھتا ہے، تب ہی احادیث صحیحہ نبویہ مفسرہ قرآن چھوڑ کر بہ تقلید معتزلہ و نیچریہ قرآن کی تفسیر رائے سے کرتا ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۴۴، ۴۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

کتاب و سنت سے بے نیازی

مولانا احمد لکھتے ہیں:

"انی رأیت تفسیر الثنائی لکتاب اللہ جل مجدہ نبذۃ من بعض المقام لا شک انہ انحرف و اعتدی عن دین القیم و سلک شبرا طرق الملاحدۃ و الاعتزال واخذ سبیل الغی والاغترار وما اعتنی بکتاب اللہو سنۃ رسولہ سید الابرار سلف الصالحین ولا خیار ولاریب ان صاحب التفسیر عدل عن طریق السوی ومال الی سبیل الغی ورفض اتباع آثار النبی صاحب الوحی۔"

(الاربعین صفحہ ۵۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: میں نے اللہ جل مجدہ کی کتاب کی تفسیر "ثنائی" کچھ حصے بعض مقامات سے دیکھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے انحراف کیا اور دین قیم سے سرکشی کی۔ اور ہو بہو

ملحدین و معتزلہ کی پیروی کی۔ گمراہی اور دھوکے کا راستہ اختیار کیا۔ اور اللہ کی کتاب، اس کے رسول جو نیک لوگوں کے سردار ہیں کی سنت اور سلف صالحین کے آثار کو اہمیت نہیں دی اور کچھ شک نہیں کہ اس تفسیر کے مصنف نے سیدھے راستہ سے اعراض کیا اور مائل ہوا گمراہی کے راستہ اور صاحب وحی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیثوں کی اتباع کے چھوڑنے کی طرف۔

احادیث سے بھی مستغنی

مولانا عبد الواحد بن عبد اللہ غزنوی لکھتے ہیں:

"ارحم الراحمین ہماری شکایت تیرے آگے۔ تازہ بتازہ ملحد نکلتے ہیں۔ تفسیر کے لباس میں تیری کلام کی تحریف کرتے ہیں۔ تیرے سچے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث صحیحہ کو تیرے بابصیرت بندوں (مہاجرین اور انصار) کی تفاسیر جلیلہ کو تیرے دین کے سچے خدام (سلف صالحین ائمہ دین) کے معانی مبارکہ کو پس پشت ڈال کر اپنی ہوا [خواہش (ناقل)]، اپنی رائے سے تفاسیر بنا کر اسلام کی تخریب کرتے ہیں... مولوی ثناء اللہ امرتسری کو خود رائی و خود بینی نے تباہ کر کے یہاں تک پہنچایا کہ اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہے سلف صالحین تو بجائے خود رہے وہ احادیث سے بھی مستغنی ہوا۔"

(الاربعین صفحہ ۵۳، ۵۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تفسیر ثنائی میں تفسیرات نبویہ کے برخلاف تفسیریں اختیار کی گئیں

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ مولانا محمد عبد اللہ ٹونکی لکھتے ہیں:

"رسالہ اربعین میں تفسیر ثنائی سے نقل کی ہوئی عبارتیں اصل تفسیر یا اس کے حواشی میں موجود ہیں۔ میری رائے میں مصنف رسالہ اربعین کا یہ الزام کہ تفسیر ثنائی میں تفسیرات نبویہ علی صاحبها الصلوة و التحية اور سلف صالحین اہلِ سنت والجماعت کے برخلاف وہ تفسیریں اختیار کی گئی ہیں جو اصحاب فلسفہ و اعتزال (یا یوں کہیے کہ موجودہ زمانے کی نیچریت پسند) کے زیادہ موافق ہیں، صحیح ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۵۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

عند سدرة المنتهى کی تفسیر بخاری و مسلم کی حدیث کے خلاف

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی طرح وہ عند سدرة المنتهى کی تفسیر میں لکھتے ہیں عند انتهاء مراتب الكمال للانسان (یعنی انسان کے کمالات کے ختم ہونے کی جگہ) حالاں کہ یہ معنی اہلِ زبان سے کسی نے نہیں سمجھے وہ تو بیری سمجھتے رہے جو ساتویں آسمان پر ہے چنانچہ بخاری مسلم وغیرہ میں صاف حدیث موجود ہے۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۶۷، ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا)

امرتسری صاحب نے تفسیر میں صریح سنت کے خلاف ورزی کی

مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اے حضرات تمام نمبروں میں (جن میں سے ایک بھی مستثنیٰ نہیں ہے) بلکہ تمام تفسیر میں جہاں مفسر نے نیا اجتہاد کیا ہے کہیں تو صریح سنت کا خلاف کیا اور کہیں اس اصول معتزلہ، نیچریہ، مرزائیہ پر کہ تفسیر قرآن بمجرد لغت بلا مراجعت سنت بلکہ باوجود مخالفت سنت و آثار سلف جائز ہے کا عمل کیا ہے اور اس اصول کے عمل پر اس کا ایسا یقین و ایمان و التزام ہے جیسا کہ مسلمانوں کو کلمہ شہادت پر۔“

(اشاعۃ السنۃ نمبر: ۱۰ جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۱ بحوالہ تاریخ ختم نبوت صفحہ ۳۴۵)

احادیث نبوی کے مفسر قرآن ہونے کا منکر

مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ لو ثنائیو! ثنائی پارٹی کے ممبرو، ثناء اللہ کے حامیو، اس کے رسالہ رد اتباع سلف کے مصدقو، فیصلہ آرہ کے منصفو، اب تو اس کا بھانڈا میدان میں پھوڑا گیا، اب بھی شک کرو گے اور کہو گے کہ ثناء اللہ بعض احادیث نبوی کے مفسر قرآن ہونے کا منکر نہیں ہے اور اس کا وہ زبانی اقرار دلی اعتقاد کے مخالف نہیں ہے۔“

(اشاعۃ السنۃ نمبر: ۱۲ جلد ۲۲ صفحہ ۳۵۴ بحوالہ تاریخ ختم نبوت صفحہ ۳۴۵)

تفسیر میں حدیثوں کے خلاف گمراہ فرقوں کی پیروی

مولانا عبد العزیز (سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور) لکھتے ہیں:

”صوفی عبد الحق غزنوی مرحوم نے اربعین لکھی جس میں مولوی ثناء اللہ کی تفسیر (عربی) کی چالیس ایسی غلطیاں لکھیں جن کے متعلق مصنف رسالہ اربعین نے یہ ثابت کیا کہ ان مقامات میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بعض جگہ احادیث اور بعض جگہ صحابہ کرام اور تمام محدثین کے خلاف تفسیر کی ہے اور متکلمین معتزلہ، جہمیہ وغیرہ فِرق ضالہ کا اتباع کیا ہے۔ اس پر پنجاب، دہلی، بنگال، مدراس اور تمام ہندوستان کے سربر آوردہ ۸۰، ۷۰ کے قریب علماء نے یہ فتوی دیا کہ ان مقامات میں بے شک سلف صالحین، محدثین کرام کے مسلک کے خلاف تفسیر کی گئی ہے اور معتزلہ، جہمیہ وغیرہ فِرق ضالہ کا اتباع کیا گیا ہے۔“

(فیصلہ مکہ صفحہ ۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا عبد الجلیل سامرودی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”شیخ الاسلام [ثناء اللہ امرتسری (ناقل)] نے متعدد جگہ مفسرین، محدثین اور احادیث صریحہ کو ترک کرتے ہوئے نیچرل، جہمیہ، معتزلہ، روافض کے مسلک کو اخذ کیا ہے۔“

(صحیفہ اہلحدیث کراچی یکم جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ صفحہ ۱۹)

ثنائی تفسیر حدیث اور اقوال سلف کے خلاف ہے

غیر مقلدین کے رسالہ ”صحیفہ اہلِ حدیث“ (ترجمان غربائے اہلِ حدیث) میں لکھا ہے:

”اربعین غزنویہ میں مولانا عبد الجبار غزنوی مرحوم تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق رقم طراز ہیں کہ مولوی مذکور نے اپنی تفسیر میں بہت جگہ تفسیر نبوی اور تفاسیر خیر قرون اور تفسیر اہلِ سنت وجماعت کو چھوڑ کر تفسیر جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ فرقِ ضالہ کو اختیار کیا الی قولہ کل اہل سنت علی الخصوص اہلِ حدیث اس کی صحبت اور مجالست سے بچیں۔“

(حاشہ: صحیفہ اہلِ حدیث دہلی، شوال ۱۳۵۷ھ صفحہ ۱۳)

صحیفہ میں مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

”مولوی ثناء اللہ کو کیوں نہیں سمجھاتے کہ آپ خلافِ حدیث و اقوالِ سلف تفسیر کر کے معتزلہ، جہمیہ، مرجیہ ایسے گمراہ لوگوں فرقوں کی موافقت نہ کریں۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی، شوال ۱۳۵۷ھ صفحہ ۱۵)

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

اکٹھی تین طلاق تین ہی شمار کی جاتی ہے

مسئلہ طلاق کو سمجھنے کیلئے تین مباحث کا جاننا ضروری ہے۔

مبحث اول: اقسامِ طلاق

مبحث ثانی: مذاہب اور طلاقِ ثلاثہ

مبحث ثالث: دلائل اہل سنت والجماعت

مبحث اول: اقسام طلاق

طلاق کی تین قسمیں ہیں

(1) طلاق رجعی

(2) طلاق بائن

(3) طلاق مغلظہ

(1) طلاق رجعی

طلاق رجعی یہ ہے کہ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی جائے، اس کا حکم یہ ہے، کہ ایسی طلاق میں عدت پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے اور شوہر کو اختیار ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے بیوی سے رجوع کرلے، اگر اس نے عدت کے اندر رجوع کر لیا تو نکاح بحال رہے گا دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے بشرطیکہ وہ مطلقہ حاملہ نہ ہو کیونکہ حاملہ عورت کی عدت بچے کی پیدائش ہے اور وہ عورت غیر مدخول بہانہ ہو یعنی ایسی عورت جس سے نکاح ہوا ہو لیکن صحبت نہ ہوئی ہو ایسی عورت کیلئے کوئی عدت نہیں۔ اور ایسی عورت نہ ہو جس کی ماہواری نہ آتی ہو، اگر ایسی عورت ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہیں۔ اور اگر اس نے عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو طلاق موثر ہو جائیگی نکاح ختم ہو جائیگا، اب اگر دونوں چاہیے تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں لیکن جتنی طلاقیں وہ استعمال کر چکا ہیں وہ ختم وہ گئیں، آئندہ اس کو تین میں سے صرف باقی ماندہ وہ طلاقوں کا اختیار ہو گا، مثلاً اگر ایک طلاق دی تھی اور اس سے رجوع کر لیا تھا تو اب اس کے اپاس صرف دو طلاقیں باقی رہ

گئیں، اور اگر دو طلاقیں دے کر رجوع کر لیا تھا تو اب صرف ایک باقی رہ گئیں، اب اگر ایک طلاق اور دے دی تو بیوی تین طلاقوں کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔

(2)طلاق بائن

طلاق بائن یہ ہے کہ گول مول الفاظ (یعنی کنایہ الفاظ میں طلاق دی جائے یا طلاق کے ساتھ کوئی ایسی صفت ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو، مثلاً یوں کہے کہ تجھ کو سخت طلاق، یا لمبی چوڑی طلاق۔ طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا، البتہ عدت کے اندر بھی اور ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ ہو سکتا ہے۔

(3)طلاق مغلظہ

طلاق مغلظہ یہ ہے کہ بیوی کو تین طلاق دی جائے اس صورت میں بیوی ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔

مبحث ثانی: طلاق ثلاثہ اور مذہب اہل السنّت والجماعت

مسئلہ طلاق ثلاثہ میں ایک جانب اکثر اہل اسلام یعنی ائمہ اربعہ ہیں جبکہ دوسری جانب اھل تشیع، مرزائی، اور غیر مقلدین ہیں۔ ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ چاروں ائمہ کرام کا مسلک یہ ہیں کہ تین طلاق ہر صورت میں تین ہی واقع ہو جاتی ہیں چاہیے ایک مجلس میں ہو یا جدا مجلس میں۔

امام نووی رحمہ اللہ اہل اسلام کا مسلک یوں بیان کرتے ہیں:

وقد اختلف العلماء فيمن قال لأمرته انت طالق ثلاثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد يقع الثلاث

یعنی علمائے کرام اختلاف کر چکے ہیں اس شخص کے بارے میں جس نے بیوی کو تین اکھٹی طلاقیں دے دی ہو، لیکن مشہور مجتہدین امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحیم اللہ چاروں ائمہ کرام کہتے ہیں کہ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں۔

(شرح مسلم ص478، فتح القدیر ص25ج3، عمدۃ القاری، ص537ج9)

ائمہ کرام کے اتفاق اور اجماع کی صورت میں بعض حضرات کے اختلاف کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی چیز حرام ہو تو کسی کے کہنے سے وہ حلال نہیں ہو سکتی۔

آتے ہیں دوسرے مسالک کی طرف

شیعہ مذہب اور تین طلاق

شیعہ حضرات کا مسلک یہ ہے کہ اکھٹی تین طلاقیں دینے کی صورت میں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ دیکھئے! شیعہ حضرات کی مشہور کتب (المبسوط فی فقہ اسلامیہ للطوسی ص 4 ج 5 کتاب الطلاق اور فروع کافی، ص 71 ج 4، اسی طرح تہذیب الاحکام للمطوسی، ص 260 ج 2)

مرزائی مذہب اور تین طلاق

مرزائیوں کے ہاں بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق ہے۔

فقہ احمدیہ میں ہے کہ اگر تین طلاقیں ایک دفعہ دی جائیں تو ایک طلاق رجعی متصور ہو گی۔ (فقہ احمدیہ، ص 80)

اسی طرح مرزائی مفسر محمد علی اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتا ہے:

> طلاق ایک ہی ہے خواہ سو دفعہ کہے یا تین دفعہ خواہ اسے ہر روز کہتا جائے یا ہر ماہ میں ایک دفعہ کہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔

(تفسیر بیان القرآن، ص 136 جلد 1 تحت الآیت الطلاق)

غیر مقلدین اور اکھٹی تین طلاقیں

غیر مقلدین کے نزدیک بھی مرزائیوں اور شیعوں کی طرح اکھٹی تین طلاقیں واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک ہی طلاق شمار کی جائیگی۔ دیکھئے انکی کتب: (فتاویٰ نذیریہ ص 39 جلد 3، فتاوی ثنائیہ ص 220 ج 2، کنز الحقائق ص 69، فتاوی ستاریہ ص 64 ج 2، تنویر الافاق فی مسئلۃ الطلاق ص 81 ص 82 اور ص 516) پتہ چلا کہ اکھٹی تین طلاق کو ایک شمار کرنے میں غیر مقلدین مرزائیوں اور اہل تشیع کے ساتھ ہیں۔

مبحث ثالث: دلائل اہل سنت والجماعت:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین طلاق کے متعلق جدا جدا آیتیں نازل فرمائی ہیں۔

طلاق رجعی کا ذکر:

والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء(آیت نمبر 228)

دو طلاق کا ذکر:

الطلاق مرتان(آیت نمبر(229)

دو طلاق رجعی کے بعد شوہر اگر بیوی کو روکنا چاہئے تو شریعت کے اصول کے مطابق روک سکتی ہے اس میں عورت کی رضامندی کی حاجت نہیں، لیکن اگر طلاق رجعی کی عدت ختم ہو چکی ہو یا طلاق بائن دی ہو تب از سر نو نکاح کرنا پڑے گا۔

طلاق بائن میں عورت کی رضا کو دیکھا جائے گا جبکہ تین طلاق یعنی طلاق مغلظہ کا حکم یہ ہے۔

فأن طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره، آیت نمبر 230 میں موجود ہے یعنی تین طلاق دینے کے بعد عورت خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک حتى تنكح زوجا غيره، یعنی حلالہ شرعیہ سے کام نہ لیں۔

اب چند آیات مبارکہ سے علمائے کرام کے استدلال کو ذکر کرینگے اور پھر احادیث مبارکہ کو۔ غیر مقلدین دن رات چیختے ہیں کہ جی ہم امام بخاری کے ساتھ ہے امام بخاری ہمارا ہے، ہمارا مسلک امام بخاری والا مسلک ہے لیکن مسئلہ طلاق ثلاثہ میں غیر مقلدین کا امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ بھی اختلاف ہے کیونکہ اس مسئلے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا نظریہ بھی اہل اسلام کی طرح ہیں یعنی اکھٹی تین طلاقیں تین ہی سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیت "الطلاق مرتان "سے استدلال کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

باب من اجاز طلاق الثلاث، وفي نسخة، باب من جوز طلاق الثلاث

(بخاری شریف، ص791ج2)

یعنی اکھٹی تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں معلوم ہوا اس مسئلے میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ غیر مقلدین کے سر پہ ہاتھ نہیں رکھتا۔

اسی طرح مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے امام ابو بکر جصاص الرازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

يدل على وقوع الثلاث معامع كونه منهيا عنه

یعنی یہ آیت اکھٹی تین طلاق کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے اگرچہ اکھٹی تین طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے۔

(احکام القرآن للجصاص، ص527ج1)

مشہور مفسر قرآن صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمافان طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره، آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان طلقها ثلاثا فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره، یعنی اگر کسی نے تین طلاق دے ڈالی تو یہ عورت اس کیلئے حلال نہیں جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرلے، پھر اگر وہ شوہر ثانی اپنے مرضی سے طلاق دے تب پہلے شوہر کیلئے حلال ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

(سنن الکبری للبیہقی، ص7376- باب نكاح المطلقة ثلاثا)

اسی آیت سے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ استدلال کرتے ہوئے صاف الفاظ میں لکھتے ہیں:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره

فهذا يقع على الثلاث مجموعة ومفرقة ولا يجوزان يخص بهذه الآية بعض ذلك دون بعض بغير نص یعنی مذکورہ آیت اکھٹی تین طلاق کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے چاہئے وہ اکھٹی تین طلاق ایک ہی جگہ دی گئی ہو یا جدا جدا دی گئی ہو، اور بغیر کسی نص کے اس آیت کو تین اکھٹی طلاقوں کے متعلق چھوڑ کر صرف متفرق کے ساتھ خاص کر دینا صحیح نہیں۔

(المحلى لابن حزم ،ص376ج7 کتاب الطلاق)

آتے ہیں احادیث کی طرف:

حدیث نمبر ۱:

"عن عائشة رضي الله عنها ان رجلا طلق امراته ثلاث فتزوجت وطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم اتحل للأول؟ قال لأحتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول"

(صحيح البخارى ، صفحہ 791 جلد 2 باب من اجاز طلاق الثلاث، صحيح المسلم، صفحہ 463 جلد 1 / السنن الكبرى للبيهقي، صفحہ 334 جلد 7، باب ما جاء فى امضاء الطلاق الثلاث وان كن مجموعات)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ سے مروی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا لیکن بغیر جماع کئے) اس نے طلاق دے دی۔ آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا کیا یہ عورت اب پہلے شخص کیلئے حلال ہو گئی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جب وہ دوسرا خاوند بھی اس کے شہد سے چکھے (یعنی جماع کر لے) جیسا کہ پہلے نے چکھا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فالتمسك بظاهر قوله طلقها ثلا ثافانه ظاهر في كونها مجموعة

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال کہ تین طلاق تین ہی شمار ہوتی ہیں) اس روایت کے الفاظ: طلقها ثلاث: سے ہے کیونکہ یہ الفاظ اس بارے میں بالکل ظاہر ہیں کہ اس شخص نے تین طلاقیں اکھٹی دی تھیں۔ (فتح الباری، صفحہ 455 جلد 9 / طرح عمدۃ القاری، صفحہ 241 جلد 14)

حدیث نمبر ۲:

سنن نسائی شریف کی حدیث ہے،

عن محمود بن لبيد ، قال اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امراته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبا ثم قال ايلعب بكتاب الله وأنا بين أظهر كم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله .

(سنن نسائی، صفحہ 99 جلد 2، باب الثلاث المجموعة ومافيه من التغليظ)

محمود بن لبید فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو بتایا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکھٹی دی تھی، تو آپ علیہ السلام کا اس بات کو سنتے ہی غصے سے کھڑے

ہوئے اور فرمانے لگا میرا آپکے درمیان ہوتے ہوئے کتاب اللہ سے کھیلا جاتا ہے تو ایک آدمی

کھڑے ہوئے فرمایا، یا رسول اللہ کیا میں اسکو قتل کر دوں؟

مذکورہ حدیث سے تین طرز پر استدلال ہو سکتا ہے کہ اکھٹی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہے۔

استدلال اول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکھٹی تین طلاق دینے کی خبر سن کر غصہ کا اظہار فرمانا تین طلاق کے واقع ہونے کی مستقل دلیل ہے کیونکہ اگر تین طلاقیں ایک ہوتیں اور خاوند کو رجوع کا حق باقی رہتا تو شدید غصہ کی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمادیتے کہ ایک طلاق ہوتی ہے تم رجوع کرلو۔

استدلال دوم:

اگر تین طلاق واقع نہ ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور انکو رد فرمادیتے اور صراحتا فرمادیتے کہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوئی ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا۔ جیسے کہ فتح الباری میں آتا ہے:

ان فيه التصريح بأن الرجل طلق ثلاثا مجموعة ولم يرده بل امضاء

(فتح الباری صفحہ 451 جلد 9)

یہ ابن العربی کا قول ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے مذکورہ حدیث میں صاف اس بات کی تصریح ہے کہ اس آدمی نے تین طلاقیں اکھٹی دی تھی اور آپ علیہ السلام نے اسکو رد نہیں کیا بلکہ نافذ کر دیا تھا۔

استدلال سوم:

امام نسائی رحمہ اللہ کا الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ :کے عنوان سے باب باندھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اکھٹی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہے۔

اجماع امت اور تین طلاق

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فالكتاب والسنة واجماع السلف توجب ايقاع الثلاث معاد

(احکام القرآن للجصاص، ص 527 ج 1)

ترجمہ: قرآن وحدیث اور سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں اکھٹی تین ہی واقع ہوتی ہے۔

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

اجمعوا علی انه من قال لأمراته انت طالق ثلاثا يقع ثلاثا بالاجماع۔

یعنی اس بات پر اتفاق و اجماع ہے جس نے اپنے بیوی سے کہا تجھے تین طلاق تو بالاتفاق تین ہی واقع ہو جاتی ہے۔

(تفسیر مظہری، صفحہ 300 جلد 1)

ضروری اعلان

مجلّہ راہِ ہدایت کا اگلا یعنی مارچ کا شمارہ "**مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر**" ہوگا علماء کرام حضرات کی خدمت میں گزارش کی جاتی ہے کہ آپ خود بھی مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں سے متعلق مضامین ارسال فرمائیں اور دیگر جاننے والے اہل علم حضرات سے بھی مضامین حاصل کر کے مجلہ راہِ ہدایت کے نائب مدیر کے واٹس ایپ نمبر (03428970409) پر ارسال کریں۔

- مضمون مختصر اور جامع ہونا چاہیے زیادہ سے زیادہ دس (۱۰) صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔
- مضمون باحوالہ ہو اگر کسی اہل علم سے استفادہ کیا گیا ہو تو اس کا حوالہ دینا چاہئے۔
- انداز بیان عالمانہ اور پر وقار ہونا چاہیے۔ طعن و تشنیع سے بچنا چاہئے۔
- مضمون ۱۵ سے ۲۰ تاریخ تک بھیجنا ہو گا اس کے بعد موصول ہونے والا مضمون خصوصی شمارہ میں شامل نہیں ہو گا بلکہ اپریل کے شمارہ میں شائع کیا جائے گا۔
- مضمون ورڈ (word)، ان پیج (inpag) یا ٹیکسٹ میسیج کی صورت میں بھیجنا ہو گا۔

مولانا مفتی محمد افضال صاحب حفظہ اللہ (قسط:۱)

بولتے حقائق

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ !

شرک اور کفر کے بعد جس گناہ پر سب سے زیادہ عذاب ہو گا وہ عقیدہ کی گمراہی ہے، عملی گناہوں میں عقیدہ کی گمراہی کا درجہ زنا، قتل وشراب خوری سے بڑھ کر ہے۔

امام محمد افندی بن بیر علی الرومی البرکلی الحنفی رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۹۸۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

والبدعة فی الاعتقاد هی المتبادرة من اطلاق البدعة والمبتدع والهواء واهل الهواء فبعضها کفر وبعضها لیست به ولکنها اکبر من کل کبیرة فی العمل حتی القتل والزنی ولیس فوقها االاالکفر والخطاء فیه لیس بعذر بخلاف الاجتهاد فی العمل۔

(الطريقة المحمدية والسيرة الأحمدية ـص: ۵۲، ط: الحقانية پشاور پاكستان)

امام ابو الحسنات محمد عبد الحی اللکنوی الهندی الحنفی رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

والبدعة فی الاعتقاد فبعضها کفر وبعضها لیست به ولکنها اکبر من کل کبیرة فی العمل حتی القتل والزنی ولیس فوقها الا الکفر

(آکام النفائس فی اداء الاذکاربلسان الفارس۔ ص: ۴۶، من مجموعة الرسائل المجلد الرابع، ط: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

علامہ ابراھیم بن محمد بن ابراھیم حلبی حنفی رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۹۵۶ھ) تحریر فرماتے ہیں:

ویکره تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل۔

(الحلبی الکبیر المسمی غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی ص:۴۴۳۔ط: نعمانیہ، کوئٹہ)

امام محمد بن وضاح القرطبی رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۲۸۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:

[۸۹] نا اسد ، قال : نا محمد بن الفضیل، عن ابی بکر بن ابی عیاش، قال: کا ن عندنا فتی یقاتل ویشرب، وذکر اشیاء من الفسق، ثم انه تقرا ء، فدخل فی التشیع، فسمعت حبیب ابن ابی ثابت یقول : لانت یوم کنت تقاتل وتفعل ما تفعل خیر منک الیوم۔

(کتاب البد ع والنھی عنھا۔ ص:۹۶۔ط: دار الکتب پشاور)

وفیہ ایضا : عن العوام بن حوشب انه کان یقول : واللہ لان اری عیسی (وھو ابنه) یجالس اصحاب البرابط والاشربة والباطل احب الی من اراہ یجالس اصحاب الخصومات یعنی اہل البدع۔

(کتاب البد ع والنھی عنھا ص: ۱۲۶ ط : دار الکتب پشاور)

انہی عقائد میں سے ایک عقیدہ حیات النبی ﷺ فی روضۃ الشریفۃ اور سماع النبی ﷺ فی قبرہ علی ساکنه الف الف تحیة و سلاما ہے، یہ اہل سنت کا اتفاقی اور اجماع عقیدہ ہے، اہل سنت میں سے اسکا کوئی بھی منکر نہیں، اس عقیدہ کے منکرین میں سے ایک گروہ ہمارے زمانہ میں اشاعۃ التوحید والسنہ کا ہے۔اس گروہ پر اہل سنت کے علماء نے بدعتی ہونے اور اہل سنت سے خارج ہونے کا حکم لگایا ہے، اور انکی اقتداء میں نماز ادا کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، جیسا کہ ہر بدعتی فرقہ کا یہی حکم ہے۔

واضح رہے کہ دین کے تمام عقائد کے نام بھی متعین ہیں اور مفہوم اور تشریح بھی متعین ہے، بالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر عقیدہ کو اسی مفہوم و معنی سے ماننا ضروری ہے جو اہل سنت کے نزدیک تواراثا چلا آرہا ہے۔

منکرین اور ملحدین نے جو عقائد اسلامیہ کا انکار کیا ہے اسکی دو صورتیں ہیں، یا تو اس عقیدہ کا صاف انکار کر دیا، یا پھر عقیدہ کا نام تو وہی استعمال کیا جو اہل سنت کے نزدیک ہے لیکن اسکا مطلب اور مفہوم اپنا گھڑ لیا، دونوں ہی منکر ہیں، صرف نام کا ماننا اور مطلب اور مفہوم اپنا مراد لینا یہ بھی اس عقیدہ کا انکار ہی ہے، جیسا کہ سر سید احمد خان

کو ملائکہ اور جنات کا منکر کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ملائکہ اور جنات کو مانتا ہے صرف انکا مطلب وہ نہیں لیتا جو معروف ہے بلکہ مراد قوت خیر و شر مراد لیتا ہے۔ (دیکھو مقدمہ تفسیر حقانی)۔ اسی طرح قادیانی مرزائی بھی ختم نبوت کا نام بھی استعمال کرتے ہیں اور اسکو مانتے بھی ہیں لیکن مطلب انھوں نے اپنا لیا، اسی وجہ سے انکو منکرین ختم نبوت ہی کہا جاتا ہے۔ شیعہ خلفاء کو مانتے ہیں لیکن اسکا مطلب وہ اپنے ائمہ معصومین لیتے ہیں۔ لہذا کسی عقیدہ کا ماننے والا وہی ہو گا جو اس عقیدہ کو اس طرح مانے جیسے اہل سنت مانتے ہیں اور اگر اس عقیدہ کی کوئی دوسری تشریح کرتا ہے تو بھی منکر ہی ہو گا جیسا کہ مذکورہ امثلہ سے ظاہر ہے، اسی طرح عام عرف میں بھی ہے کہ کسی چیز کا قائل اسی کو کہا جاتا ہے جو اس چیز کو اس طرح مانے جو معنی اور مطلب اسکا عرف میں ہے جیسے کراچی کا ماننے والا وہی بندہ ہو گا جو اسی کراچی کو مانے جو سندھ میں ہے، اگر کوئی کراچی کو تو مانے، لیکن کہے وہ پنجاب میں ہے اسے کراچی کا ماننے والا نہیں کہا جائے گا، بلکہ نئی کراچی دریافت کرنے والا کہا جائے گا، یہ واضح ہو کہ اسلامی عقائد ایک ثابت شدہ حقیقت ہیں، انکو ایجاد اور دریافت نہیں کیا جاتا بلکہ صرف مانا جاتا ہے۔

منکرین حیات النبی ﷺ کی دو اقسام

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے منکرین نے ان عقائد مسلمہ کا انکار دو طرح سے کیا ہے بعض نے تو صاف انکار کر دیا کہ اللہ کا نبی ﷺ اپنے روضہ میں زندہ ہی نہیں، جیسے چتڑوری نامی اشاعتی اور اسکی امثال، اور بعض حیات کا لفظ تو استعمال کرتے ہیں لیکن اسکا مطلب اور مفہوم دوسرا لیتے ہیں۔

منکرین حیات کی اپنے عقیدہ کے اظہار میں پالیسی

اس فرقہ کے ماہرین تقریباً اس بات پر متفق ہیں کہ یہ لوگ اپنے عقیدہ کا اظہار مختلف طرح سے کرتے ہیں، کبھی حیات کا اقرار بھی کرتے ہیں، کبھی اس پر کتب بھی لکھتے ہیں، کبھی بڑے علماء کے پاس حاضر ہو کر اپنی صفائیاں بھی دیتے ہیں کہ ہم تو حیات کے قائل ہیں، بلکہ ہمارے ہاں تو بعض اشاعتی حضرات نے بیعت بھی کی، لیکن وہ بیعت بھی وقتی تھی جب یہاں سے گئے تو بیعت بھی ختم ہو گئی اور بعض حضرات کو مجاز بھی بنایا گیا۔ فیا للعجب

اس فرقہ کے عقائد و نظریات سے علماء و مفتیان عظام کے عدم علم کی وجہ

اس فرقہ کی اکثر کتب صرف صوبہ خیبر پختون خواہ میں ہیں، باقی علاقوں میں انکی کتب نایاب ہیں، لہذا انکے اصل عقائد سے واقفیت ذرا مشکل ہے، جب تک اس فرقے کی کتب کا مطالعہ نہ ہو اس وقت تک اس فرقہ

کے عقائد کے بارے میں کما حقہ واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی، خصوصا بڑے علمائے کرام جو کہ مختلف قسم کی بڑی دینی خدمات میں مصروف ہیں، انھوں نے انکی کتب کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا، صرف انکے بارے میں کچھ باتیں ان سے یا ان کے متبعین سے سنیں ہوتی ہیں، اور پھر یہ الفاظ توحیات اور سماع اور قبر ہی کے استعمال کرتے ہیں لہذا ہمارے اکثر علمائے کرام جنھوں نے انکی کتب کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا وہ اس فرقہ پر حکم لگانے میں ہاتھ ہلکا رکھتے ہیں، اور ان پر انکی حقیقت ظاہر نہیں ہوتی اور پھر بعض حضرات جو کہ حقیقت میں اشاعتی ہوتے ہیں" ہمارے مدارس میں پڑھتے ہیں وہ بھی اس فرقہ کو اہل سنت کا فرقہ بنا کر پیش کرتے ہیں، عبارات اور حوالہ جات میں ہیر پھیر کر کے انکے عقائد وہی ذکر کرتے ہیں جو کہ اہل سنت کے ہیں۔ فیاللأسف...

ان تمام حالات کی وجہ سے بعض اوقات عوام الناس اور بعض علمائے کرام کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ لوگ اہل سنت میں داخل ہیں، جو انکو خارج کہتے ہیں وہ متشدد ہیں یا کوئی ذاتیات کا مسئلہ ہے۔ یہاں ہم کچھ واقعات ذکر کرتے ہیں جس سے واضح ہو گا کہ بڑے بڑے علماء کرام کو اس فرقہ کے عقائد کا علم نہیں۔

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> دیوبند کا ایک فتوی جو الخیر کی پہلی جلد میں چھپا ہوا ہے، اسکے آخر میں ایک ورق تھا جس میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب [سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند] نے لکھا تھا کہ ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، مفتی ظفیر الدین صاحب نے کہا نہیں ہوتی، تو تین چار سال کی بات ہے مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب ربوہ کانفرنس پر تشریف لائے، میرا چونکہ جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد درس ہوتا ہے، مفصل درس کے بعد مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے مجھے بتایا کہ مفتی سعید احمد پالنپوری صاحبؒ دیوبند سے تشریف لائے ہوئے ہیں، اور ان سے بات کرنی ہے، جب حضرت تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ دو مسئلے انڈیا کے ہمارے پاس چل رہے ہیں ان دونوں پر مولانا سعید احمد صاحب کے دستخط موجود ہیں، ایک یہ کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے، فرمایا وہ میرا نہیں ہے، وہ ایک مودودی ہے اسکا ہے، میں نے کہا ایک یہ کہ منکر حیات النبی ﷺ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، فرمایا وہ میرا ہے، میں نے کہا آپ نے کیسے لکھا ہے، مولانا صاحب اس بات سے تھوڑے غصے میں آگئے، انھوں نے کہا مجھے سمجھ نہیں آتی تم اتنا

تشدد کیوں کرتے ہو کہ جب یہ فتوی آیا تو سب سے پہلے مجھے سر فراز احمد صاحب کا خط آگیا کہ آپ فتوی پر نظر ثانی کرے، میں نے پھر مفتیان کرام کے سامنے فتوی رکھا تو سب نے کہا ٹھیک ہے تو چھ ماہ بعد مولانا صاحب نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ آپ نے اس مسئلہ پر نظر ثانی کیوں نہیں کی ہمارے ملک میں آپ کا یہ فتوی فتنہ بن گیا ہے، میں حیران ہوں کہ آپ لوگ ضد کیوں کرتے ہیں، میں نے کہا آپ کو پتہ ہے کہ اختلاف کیا ہے ہمارا اور انکا؟ تو پھر فرمایا کہ یہی کہ موت کے معنی میں اختلاف ہے، کہ آنحضرت ﷺ کو موت آئی ان کے حبس روح سے تھی یا خروج روح سے تھی، میں نے کہا ہمارا یہ اختلاف نہیں ہے، اسمیں کوئی جو بھی معنی مانے ہم اسکو دیوبندی کہتے ہیں، سنی کہتے ہیں، حنفی کہتے ہیں، میں نے کہا اگر یہ تعلق تلبس روح سے حیات مانے پھر بھی ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے یا تعلق روح سے مانے پھر بھی کہتے ہیں ٹھیک ہے، کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں ؟حیات ہے ہی نہیں یا روح کا جسد عنصری سے تعلق نہیں مانتے۔۔۔میں نے کہا نہیں مانتے، انھوں نے کہا یہ بات ہے، میں نے کہا یہی بات ہے، انھوں نے کہا ہمیں اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں تو یہ عقیدہ انکا بالکل غلط ہے اور پوری امت کے خلاف ہے، ہم یہاں یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں جھگڑا یہ پڑا ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جب موت طاری ہوئی ہے، موت خروج روح سے ہوئی ہے یا اس انقباض روح سے ہوئی ہے۔

(خطبات صفدر، ۳/ ۲۵۵۔ط: امدادیہ، ملتان)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ:

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے تعلیم القران راجہ بازار راولپنڈی میں اپنی تاریخ دی ،حضرت مولانا حافظ نثار احمد الحسینی رحمہ اللہ نے انکو خط لکھا اور اشاعتی حضرات کے چند حوالہ جات بھی بھیجے کہ یہ غلط لوگ ہیں، اس پر حضرت مفتی نے جو جواب ارسال فرمایا، اس کو نقل کیا جارہا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اشاعتی حضرات کا عقیدہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے، خصوصاً خیبر پختون خواہ اور پنجاب کے علاوہ صوبوں کے علماء کو۔۔۔

ان کا خط درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر مکرم جناب مولنا حافظ نثار احمد الحسینی صاحب زید مجد کم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا گرامی نامہ اور مرسلہ کتابیں ملیں جس کیلئے میں آپ کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ جزاکم اللہ تعالی خیرا۔

ایک بات تو پہلے ہی یہ عرض کردوں کہ مولانا اشرف علی صاحب جب مجھے اس جلسے میں حاضر ہونے کی دعوت دینے کیلئے آئے تھے، اس وقت ہی بندہ نے ان سے پکا وعدہ نہیں کیا تھا، بلکہ اسے حالات پر موقوف رکھا تھا، البتہ یہ عرض کیا تھا کہ انشاء اللہ کوشش کرونگا، بعد میں جب انکا یاد دہانی کیلئے خط آیا تو میں نے ان سے معذرت کرلی تھی چنانچہ جلسے میں بندہ شریک نہیں ہوگا۔

البتہ بندہ کے ذہن پر تاثر یہ تھا کہ اب شاید اختلاف کی وہ شوراشوری باقی نہیں رہی اور خاص طور پر مولانا اشرف علی صاحب کے طرز عمل میں مجھے یہ امید نظر آتی تھی کہ وہ مفاہمت کی راہ پر گامزن ہیں لیکن آپ نے جو کتابیں بھیجیں ہیں انکے سرسری مطالعہ ہی سے بندہ کے افسوس کے انتہا نہیں رہی انا للہ وانا الیہ رجعون۔ آپ نے "تحفۃ الاشاعت" نامی کتاب پر جو تبصرہ فرمایا ہے اللہ تعالی آپ کو اسکی جزائے خیر عطا فرمائیں امین۔ بندہ کو ان حالات سے باخبر کرنے پر دوبارہ آپ کا شکر گزار ہوں۔ دعا میں یاد رکھنے کی درخواست ہے والسلام۔

بندہ محمد تقی عثمانی

۱۵ رجب، ۱۴۳۲ھ۔

اس خط سے بالکل واضح ہے کہ ان حضرات کو اس فرقہ کے عقائد کا علم نہیں ورنہ یہ خط تقریباً 2010ء کا ہے اور حضرت 62ء کے بعد حالات کے اچھا ہونے کا ذکر کر رہے ہیں یعنی 48 سال تک ان کو اس فرقہ کے صحیح عقائد کا علم نہ ہو سکا حالانکہ اس دوران کتنے ہی مناظرے ہوئے، کتب لکھی گئی، چتروڑی کا فتنہ پیدا ہوا اور پھر صرف سرسری مطالعہ ہی پر اناللہ پڑھا اگر تفصیلی مطالعہ فرماتے تو کیا فتوی دیتے۔

اپنی روداد:

بندہ 2011ء میں جب اکوڑہ خٹک میں افتاء کر رہا تھا تو وہاں کے نائب مفتی، مفتی عبد المنعم صاحب دامت برکاتھم العالیہ سے درسگاہ میں اشاعتی حضرات کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا سوال ہوا، تو انھوں نے فرمایا: ہوتی ہے، وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں، دوسرے دن بندہ نے اشاعتی حضرات کی کتب کے چند حوالہ جات انکو دکھائیں، کہ انکے اصل عقائد یہ ہیں، تو انھوں نے فرمایا:

"مجھے معلوم نہیں تھا اگر انکے عقائد یہ ہیں تو انکی اقتداء مکروہ تحریمی ہے"۔

مقصدِ تصنیف

اس عقیدہ کے بیان اور اظہار میں ہمیشہ دو قسم کے لوگ رہیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو صاف واضح الفاظ میں اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے تھے، دوسرا طبقہ وہ ہے جنھوں نے کچھ اخفاء اور مصلحت کو ترجیح دی، جب ان کے خلاف کام اہل سنت نے کیا اور ان پر بدعتی اور اہل سنت سے خروج کے فتاوی ملک اور بیرون ملک سے لگے، مساجد کی امامت سے انکو دور کیا گیا، تو انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم تو حیات کے قائل ہیں، ہمارا وہی مسلک ہے جو اکابر دیوبند کا ہے، اور پھر اس سلسلہ میں کچھ کتابیں لکھی، انہی میں سے ایک کتاب مسلک الاکابر ہے، دوسری بندیالوی صاحب کی حیات النبی ﷺ ہے، اور آج کل بعض مفتیان کرام کو بھی یہ باور کرانے کا شوق لگا ہے کہ یہ فرقہ حیات کا قائل ہے، انہی میں سے ایک جناب علی الرحمٰن صاحب ہیں جن کا حال ہی میں ایک فتوی آیا ہوا ہے جس میں انھوں نے اپنے مادر علمی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے مؤقف بابت حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ کو بالائے طاق رکھ کر چند حوالہ جات کے ذریعہ ناکام کوشش کی ہے کہ یہ فرقہ حیات کا اور تعلق کا قائل ہے، ذیل میں اسی فتوی کے بارے میں کچھ عرض کیا جائیگا۔

اس فتوی میں دو باتوں کا اثبات ہے، ایک تو حیاۃ الانبیاء کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ اور موقف کیا ہے، اور دوسرا اشاعتی حضرات کا حیات الانبیاء کے بارے میں کیا نظریہ ہے، مفتی صاحب نے ان دو باتوں کا جواب فتوی میں دیا ہے، حیاۃ الانبیاء کے متعلق تو وہی عقیدہ لکھا ہے جو اہل سنت کا ہے الحمد للہ، لیکن اشاعتی حضرات کے متعلق لکھا ہے:

"ہماری اس تحقیق کے مطابق اس مسئلہ میں دونوں جانب اہل حق ہیں۔"

(فتوی کا ص:۵)

یہ بات مفتی صاحب کی غلط ہے کیونکہ اشاعتی حضرات کا مسلک ان مسائل میں اہل سنت والا نہیں، بلکہ گمراہ فرق والا ہے، لہذا یہ گمراہ ہیں، اس فرقہ کے حوالہ جات تفصیلاً ذکر ہونگے، جس سے معلوم ہوگا کہ اس فرقہ کا اصل عقیدہ کیا ہے۔

مفتی صاحب کے فتوی کا خلاصہ یہ باتیں ہیں!

"علمائے اشاعۃ التوحید اور بعض علمائے اہل سنت کے تقاریظ، دلائل حیات، ان کی چند کتب سے اسکا ثبوت کہ اشاعت التوحید والے علمائے کرام بھی حیات کے قائل ہیں، اہل حق کی تصریحات کہ اشاعتی حضرات بھی صحیح ہیں۔"

جن بعض علمائے اہل سنت کے تقاریظ ہیں وہ متعلقہ فتوی کے ظاہری عبارات پر ہے جس پر انہوں نے اعتبار کیا ہے حالانکہ اشاعتی حضرات کا اصل عقیدہ یہ نہیں ہے، جیساکہ تفصیلا آگے آرہا ہے توجب بنا باطل ہوگئی تو فتوی بھی باطل، لہذا دلائل کے جوابات دینے کی ضرورت نہیں، باقی دو باتوں کا جواب تفصیلاً ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے یہ بات واضح ہو کہ اشاعت والوں نے جن متفق علیہ چیزوں کا انکار کیا۔۔۔وہ یہ ہیں:

۱۔حیات النبی ﷺ کے لفظ کا۔

۲۔اسکے معنی اور مطلب کا۔

۳۔قبر کا۔

۴۔تعلق الروح بالبدن العنصری کا۔

۵۔سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

۶۔استشفاع من النبی ﷺ۔

اشاعت کے دونوں گروہ قبر کے انکار، سماع، استشفاع کے انکار پر متفق ہیں، صرف حیات اور تعلق کے بارے میں کچھ نہ کچھ تاویلات کا سہارا لے کر اپنا عقیدہ چھپالیتے ہیں۔

جناب علی الرحمٰن صاحب نے بھی قبر اور سماع اور استشفاع کے مسئلہ کا ذکر تک نہیں کیا اور جن اشاعتی علماء کی کتب کے حوالے دیئے ان میں تو صاف قبر اور سماع کا انکار موجود ہے جیساکہ آگے آرہا ہے حالانکہ سماع عند

قبر النبی ﷺ اہل سنت کا اتفاقی عقیدہ ہے اور کیا اسکا انکار اہل سنت سے خروج نہیں ہے؟ جب ایک آدمی قبر ہی نہیں مانتا، تو تعلق اور عذاب قبر کے ماننے کا کیا مطلب؟ لہذا جب یہ لوگ قبر ہی کے منکر ہیں تو اہل سنت سے خارج ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جناب نے جن کتب کا حوالہ دیا ہے وہ انکے نزدیک بعض تو متداول نہیں جیسے اقامۃ البرھان اور مسالک العلماء اور بعض کے وہ منکر ہیں جیسے تحریرات حدیث۔ مسلک الاکابر اور ندائے حق کے حوالہ جات کی حقیقت آگے آرہی ہے کہ ان کے نزدیک تعلق سے کیا مراد ہے؟ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں کہ مفتی صاحب کے حوالہ جات کی اشاعتی حضرات کے نزدیک کیا حیثیت ہے!

تحریرات حدیث کا حوالہ

تعلق روح کو اشاعت التوحید والے بھی مانتے ہیں اس پر سب سے پہلا حوالہ مفتی صاحب نے تحریرات حدیث کا دیا ہے جو کہ یہ ہے:

> "اس بات پر کہ قبر کے سوال کے وقت روح بدن میں عود کر آتی ہے اور تعلق ہمیشہ رہتا ہے گو بدن ریزہ ریزہ اور متفرق و منقسم ہو چکا ہو احادیث متواترہ وارد ہیں"

(تحریرات حدیث ص 257، فتوی کا ص 61)

حضرت شیخ رحمہ اللہ کا عقیدہ کیا تھا یہاں اسکی بحث نہیں، لیکن ذیل میں اختصاراً کچھ حوالہ جات اشاعتی حضرات کی معتبر کتب سے نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اشاعتی حضرات ان کے بارے میں کس عقیدہ کا ذہن رکھتے ہیں اور کیا ثابت کرتے ہیں۔

ندائے حق میں ہے:

> "پیر طریقت مولانا حسین علیؒ
>
> اور تحقیق بل احیاء کی یہ ہے کہ احیاء سے مراد یہ بالکل نہیں اس جسم کے ساتھ زندہ ہیں ،باقی روح خود زندہ ہوتے ہیں مع النفس یا بدون النفس اور نفس اور روح کی مثال آگ اور دخان جیسی ہے باقی ان کو خاص اس معنی کے ساتھ زندہ کہنا اس وجہ سے ہے کہ یہ زیادہ عیش و خوشی میں ہوتے ہیں۔"

(بلغۃ الحیران نداء حق۔۱۵۲/۱۔ط: اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے

"ہمارے پیرومرشد سیدی سندی مفسرومحقق ومدقق منذر الناس فی الاحقاف حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریرات میں عود روح کے بارے میں صاف طور پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ کے قول کی صریح تردید فرمائی، وما فی المرقاۃ فلیس بشئ ولم یقله احد ولم یعتد به یعنی عود روح کے متعلق جو تقریر ملا علی قاریؒ کی مرقاہ شرح مشکوۃ میں موجود ہے وہ کچھ نہی اور نہ ہی اسکا کوئی قائل ہے، اور نہ یہ معتبر ہے اور اس سے پہلے لکھا واما العود الی الجسد فهو اما من الرواۃ او المعنی العود الی جزء من الجسد الذی هو النفس کما قاله صاحب الخازن کما فی قوت المغتذی علی جامع الترمذی۔ یعنی یہ کہنا کہ قبر میں روح واپس جسم کی طرف آجاتی ہے یا تو راویوں کی طرف سے انکے فہم کے مطابق اپنا تصرف ہے یا پھر اسکا مطلب یہ ہے کہ جسم انسان کا وہ جزو جس کو نفس کہتے ہیں اسکی طرف روح انسانی عود کرتی ہے، آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :فالقول الثابت ان اجزاء البدن من المیت لا سماع لها ولا شعور لها والفرح والسرور فی البرزخ نعم یری اشیاء من القبور ویسمع الاصوات علی خرق العادات۔ (تحریرات حدیث ص 210)، پس پختہ بات یہی ہے کہ میت کے بدن کے اجزاء کا نہ سماع ہے اور نہ ہی انکو کسی طرح کا شعور ہے۔"

(ندائے حق۔ ۲۳۰/ا۔ط: اشاعت اسلام)

یہی حوالہ عقیدہ الامت صفحہ: ۳۴۱، اقامۃ البرھان صفحہ: ۸۸ میں بھی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے

"صاحب تسکین کے پیرومرشد حضرت مولنا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ اعادہ روح کی حدیث دوسری متواتر حدیثوں کے معارض ہے۔"

(ندائے حق۔ ۳۱۴/ا۔ط: اشاعت اسلام)

عقیدۃ الامت میں ہے:

"ہم نے ردالمنکرات کے حوالہ سے پیش کیا ہے جس میں واضح طور پر انھوں نے لکھا

ہے کہ مولانا حسین علی سماع عند القبر کے قائل نہیں تھے، سماع عند القبر کے متعلق مولانا نور الحسن صاحب کے بارے میں حضرت شیخ القرانؒ نے لکھا کہ شاہ صاحب نے ہم پر بہتان لگایا ہے ان الفاظ سماع عند القبر کی اپنی طرف نسبت کرنے کو حضرتؒ نے بہتان کہا ہے۔

(ص:۳۸۶، ط:جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ، نوشہرہ)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ اشاعتی حضرات حضرت شیخ کے بارے میں حیات اور سماع وغیرہ عقائد کا ذہن نہیں رکھتے تو کیا انکی تحریرات کی وجہ سے وہ قائل متصور ہونگے جب کہ وہ خود تو کیا، حضرت شیخؒ ہی کو منکر حیات وسماع اور اپنا ہمنوا بنانے کی فکر میں ہیں۔ اشاعتی حضرات کی اکثر کتب میں حضرت شیخ مولانا حسین علیؒ کی طرف انہی اشاعتی عقائد کی نسبت کی گئی ہے۔

اشاعتی حضرات کے ہاں معتبر ومستند عالم دین جناب نیلوی شاہ صاحب نے حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی سوانح لکھی ہے اسمیں بھی انکی طرف عدم سماع ہی کا قول منسوب کیا ہے۔۔

"کہ جب اللہ چاہے تو سنادیتا ہے۔ دیکھو۔۔۔"

(ناشر القران۔ ص:۲۴۳، ط:گلستان پرنٹنگ پریس سرگودھا)

اسی طرح تفسیر بے نظیر جو حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کی املائی تفسیر ہے اسمیں بھی سماع کا انکار ہی ہے۔

اسی طرح ناشر القران میں نیلوی صاحب نے تعلق الروح بالبدن کے بارے میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے:

"اسکا مطلب واضح ہے جو مر جاتا ہے اسکی روح جسم سے جدا ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ قیامت سے پہلے پہلے اس جسد عنصری میں واپس نہیں لوٹتی۔"

(ناشر القران۔ ص:۲۳۶، ط:گلستان پرنٹنگ پریس سرگودھا)

ان تمام حوالہ جات سے واضح ہے کہ اشاعت التوحید والے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے بارے میں حیات، سماع عقائد کے قائل نہیں۔ تو کیا اب بھی کوئی صرف تحریرات کے اجمالی حوالہ سے یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اشاعت التوحید والے حیات اور تعلق کے قائل ہیں؟

مماتی حضرات کے نزدیک تحریرات حدیث کی حقیقت

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ تحریرات کو اشاعتی حضرات غیر معتبر مانتے ہیں، چنانچہ اشاعتی حضرات کی اکثر کتب میں تحریرات کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے۔

میاں الیاس صاحب سوانح حضرت حسین علیؒ میں لکھتے ہیں:

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ تحریرات حدیث حضرت مولانا کے غیر مرتب مضامین کا مجموعہ ہے، بلکہ انہیں مضامین کی بجائے امدادی اور یاداشتی نوٹس کہنا زیادہ مناسب ہے، کتاب کے ابواب ناقص اور غیر مکمل ہیں، اور ربط وترتیب باہمی ہونے سے عاری ہیں، جن کے مطالعہ سے مؤلف کے بارے میں ابہام پیدا ہوتا ہے، جبکہ مؤلف نے ان مسائل کے بارے میں تفسیر بے نظیر اور بلغة الحیران میں معروف موقف اختیار کیا ہوا ہے۔ مولانا مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی مد ظلہ لکھتے ہیں کہ:

"تحریرات حدیث غیر ترتیب مضامین کا مجموعہ ہے جسے حضرت مولنا کے حکم اور اہتمام سے طبع نہیں کرایا گیا، ہمارے حضرت صاحب کے یہ غیر مرتب مسودات کسی جگہ رکھے تھے ۔ مولانا رب نواز صاحب ساکن بستی عبد الوھاب چاون تحصیل کبیر والا نے وہ مسودات وہاں سے حاصل کر کے کتابت کیلئے کاتب کو دے دیئے، اور اپنی صوابدید اور سمجھ کے مطابق تصحیح بھی کر دی ان میں سے بعض مسودات کی نہ تو کتابت ہو سکی اور نہ وہ چھپ سکے، جس شخص نے تحریرات حدیث کا مطالعہ کیا ہے اس سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔"

(حاشیہ بدر منیر ص:۱۹۴، از مولانا مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی مد ظلہ)

تحریرات حدیث کے بارے میں یہی موقف مولانا سجاد بخاری مولف اقامة البرھان اور حضرت مولانا کے دوسرے متعلقین کا ہے، اور انھوں نے نامکمل ابواب (اعتراضات) سے اپنے نظریہ سماع موتی اور استشفاع عند القبر وغیرہ اس استدلال کیا ہے، اور ان امور میں حضرت کو اپنے عقائد کا مؤید بتایا ہے، غالبا انہیں یہ مغالطہ اعتراضات وشبہات کے باب میں حضرت بلالؓ بن حارث مزنی سے منسوب ایک روایت کے ذکر سے ہوا ہے (تسکین الصدور۔ ص:۳۷۶،

سماع الموتی۔ ص:۱۶۸ از مولانا سرفراز خان صفدر) حالانکہ حضرت مولانا نے اپنی تفسیر بے نظیر میں سورت جاثیہ کے خلاصہ میں اس روایت کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

" فی سند روایة سیف بن عمرو الضبی اجمعو علی ضعفه والهم بالزندقة" (تفسیر بے نظیر۔ ص؛۱۸۴)

(سوانح مولانا حسین علی از میاں محمد الیاس ص:۱۱۲۔ ط:اشاعت اکیڈمی، پشاور)

قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"احقر کے پاس جو تحریرات حضرت مرحوم کا قلمی نسخہ ہے اس میں اس مطبوعہ نسخے سے تقریباً چار گناہ زیادہ بحث اس حدیث کے متعلق لکھی ہوئی ہے۔"

(تصانیف قاضی شمس الدین۔ ص:۶۰۶۔: ط:ادارہ تحفظ کتب اہل سنت والجماعت)

خلاصہ بحث:

جب اشاعت والے علماء کرام تحریرات حدیث کو ہی معتبر نہیں مانتے تو اس میں درج عقائد کے وہ کیسے قائل ہوں گے۔

شیخ القران مولانا محمد طاہر صاحب کا حوالہ

ان کا بھی مفتی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ یہ بھی تعلق کے قائل ہیں، اور البصائر کا حوالہ دیا ہے، حضرت شیخ کا عقیدہ کیا تھا؟ اس کی وضاحت نیلوی صاحب نے حضرت حسین علیؒ کی سوانح میں کی ہے، اور اس میں ان کا یہ عقیدہ لکھا ہے:

"مسئلہ حیات النبی بعد وفات النبی ﷺ، سماع عند القبر، استشفاع، توسل ووسیلہ وسماع موتی وغیرہ مسائل میں ان کا مسلک بہت راسخ تھا ان مسائل میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ کے ہمنوا تھے، اور کسی کی پرواہ کیے بغیر قائلین سماع موتی کو کافر ومشرک سمجھتے تھے"۔

(ناشر القران۔ ص:۱۲۲، ط:گلستان پرنٹنگ پریس سرگودھا)

اسی طرح رد المنکرات نیلوی صاحب کی کتاب ہے اس میں بھی ان کی تقریظ ہے، اور اس کتاب میں تعلق والے مذہب کے بارے میں لکھا ہے:

"بعد از وفات روح ملا اعلی میں ہے لیکن جسد اطہر سے روح کا تعلق اشرافی یا اشراقی ہے (کوئی بزرگ)"۔

(ردالمنکرات۔ ص:۸۴،ط:الفیصل گجرات)

اور پھر اہل حق کا مذہب اس سے الگ بیان فرمایا ہے۔ان دونوں حوالہ جات سے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی ان عقائد میں عام منکرین کی طرح منکر ہی تھے۔اگر البصائر والے مجمل حوالے کی وجہ سے ان کو تعلق کا قائل مان بھی لیا جائے تو مماتیوں کے ہاں گویا یہ انکا تفرد ہو گا،باقی اشاعتی حضرات اسکے قائل نہیں،کیونکہ البصائر میں تین جگہ حضرت شیخ نے حیاۃ فی القبر کا ذکر کیا ہے اور سب جگہ محشی خان بادشاہ صاحب نے اسکو رد کر دیا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔البصائر میں ہے:

"وھذا احیاء بعد الممات فی القبور کمانص اللہ سبحانه فی القران حیث ذکر سبحانه قالوا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین ----وبھذا احتج العلماء علی حیاۃ القبر کما فی تفسیرکبیر فلو نثبت السماع یکون حینئذ ثم یموت فی القبر وقد اتفق اہل السنۃ والجماعۃ ان المیت فی القبر یحی ثم یموت۔"

مذکورہ عبارت سے چونکہ حیات فی القبر ثابت ہو رہی تھی تو محشی خان بادشاہ نے اس پر یہ تبصرہ صادر فرمایا:

"اقول قد ذکرت عبارات الاصل کما ھی لکن الاولی ھھنا ان یقال .. وھذا یکون احیاء بعد الممات فی القبور وھو خلاف النص۔"

(البصائر۔ص:۱۳۴،الناشر:الیمان جامعہ الامام محمد طاہرؒ دار القرآن پنج پیر،صوابی،پاکستان)

یعنی حیات فی القبر تو نص کے خلاف ہے،حضرت شیخ تو نص سے حیات فی القبر کا اثبات فرماتے ہیں اور اس پر اہل سنت کا اتفاق نقل فرماتے ہیں لیکن محشی صاحب نے اسکو خلاف نص کہہ دیا۔

البصائر میں ہے:

"ووقتها وقت اعادۃ الروح الی الجسد۔"

(البصائر۔ص:۱۷۱،الناشر:الیمان جامعہ الامام محمد طاہرؒ دار القرآن پنج پیر،صوابی،پاکستان)

اس سے بھی چونکہ اعادہ روح ثابت ہوتا تھا تو محشی خان بادشاہ نے اس جواب کو بھی رد کر دیا اور فرمایا:

"لكن هذا الجواب (اى اعادة الروح الى الجسد وقت المسألة) ليس بمرضى لنا ..."

(البصائر ص:۱۷۲، الناشر: الیمان جامعہ الامام محمد طاہرؒ دار القرآن پنج پیر، صوابی، پاکستان)

حضرت شیخؒ نے البصائر میں اللہ تعالی کے قول "قالوا ربنا امتنا" ص:۱۸۶ پر بھی نقل فرمایا اور اس سے حیات فی القبر کو ثابت کیا۔۔۔ چنانچہ انکے الفاظ یہ ہیں

"ثم الاحياء فى القبر"

اسکو بھی محشی نے رد کر دیا اور اسکے تحت لکھا:

"واما الاحياء فى القبر فهو مروى عن السدى الكذاب فلايحتج به فالمسطور فى كتاب الشيخ ليس مبنيا على التحقيق كما لايخفى على من له ممارسة۔"

(حاشية البصائر ص:۱۸۶، الناشر: الیمان جامعہ الامام محمد طاہرؒ دار القرآن پنج پیر، صوابی، پاکستان)

اور یہ کتاب محشی مکتبۃ الیمان کی شائع شدہ ہے اور ناشر جناب طیب طاہری صاحب ہیں، اب جب حضرت شیخ کی ثابت کردہ حیات فی القبر کو رد کر دیا اور اسکا حاشیہ بھی طیب طاہری صاحب کی اجازت سے شائع ہوا، اور یہ بات بھی معروف ہے کہ خان بادشاہ صاحب انکا معتبر عالم ہے، تو کیا اشاعتی حضرات ان حوالہ جات کی وجہ سے حیات اور تعلق کے قائل ہوں گے؟

باقی یہ ذہن میں رہے کہ بحث مولانا طاہر صاحب کے عقائد کے بارے میں نہیں بلکہ موجودہ اشاعتیوں کے بارے میں ہے۔

(جاری)

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258